کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:17 Issue:3 March 2024

مدیر

مولانا محمد عبد القوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع و اشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ



درسِ قرآن

شبِ قدر کیا چیز ہے؟

از: مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی*

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ ۖ ‏﴿۱﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ ﴿۲﴾ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ ۛ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ‌ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۛ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿۵﴾ (سورۃ القدر)

ترجمہ: بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے، اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا چیز ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح اپنے پروردگار کی اجازت سے ہر کام کے لئے اُترتے ہیں، وہ رات سراپا سلامتی ہے فجر کے طلوع ہونے تک۔

توضیح: ماہِ رمضان المبارک کے سب ہی شب وروز بل کہ اس کا ایک ایک لمحہ نہایت بابرکت وپُرعظمت ہے قدرداں وسعادمند بندوں کے لئے اس کی ہر شب سراپا خیر اور حصولِ نفعِ کثیر کا ذریعہ ہے، اس کا ہر عشرہ اپنے اندر رحمت، مغفرت اور نجات کی بیش قیمت سوغات رکھتا ہے، اور خاص کر عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں ایک رات خیر وفلاح کی گنجِ گراں مایہ سمیٹے ہوئے پنہاں ہے، جو شب قدر کہلاتی ہے، کلام پاک میں اسی کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا گیا ہے، ہزار مہینے 83 برس چار ماہ ہوتے ہیں، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس شب کی عبادت نصیب ہو جائے کیوں کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے اس نے گویا 83 برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ عبادت میں گزار دیا اور اس زیادتی کا بھی علم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ زیادہ ہے، اللہ جل شانہٗ کا حقیقتاً بہت ہی بڑا انعام ہے۔ اس رات کا نام شبِ قدر کیوں رکھا گیا؟ اس سلسلے میں بعض احادیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت لمبی ہوئی ہیں اور آپ کی امت کی عمر بہت تھوڑی ہے اگر وہ نیک اعمال میں اُن کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن ہے، اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا، اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی۔

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

احادیث مبارکہ میں بھی اس کی بڑی اہمیت وفضیلت وارد ہوئی ہے، چناں چہ در منثور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ شانہٗ نے میری اُمت کو مرحمت فرمائی ہے، پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں''۔

کھڑے ہونے کا مطلب: یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت یعنی تلاوت ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی بد نیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کے لیے کھڑا ہو۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو بوجھ سمجھ کر بددلی سے نہیں اور کھلی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا رہتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ''ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا سارا ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے وہی محروم رہتا ہے جو حقیقت میں محروم ہو''۔ (ابن ماجہ: ۱۶۴۴) امام بیہقی کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''شب قدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کے لیے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے، عبادت میں مشغول ہے، دعائے رحمت کرتے ہیں....''

اسی شب قدر کی خاطر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخر عشرے میں اعتکاف کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور امت کو اس کی تعلیم بھی فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ ''لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو''۔ اس رات کے فضائل سن سُن کر کے ام المؤمنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھ لیا کہ اے اللہ کے نبی! شب قدر میں اللہ سے کیا مانگنا چاہیے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دعا تلقین فرمائی'' اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفْوَ فَاعْفُ عَنِیْ اے اللہ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس مجھے معاف فرمادے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شب قدر کی صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کا اجر وثواب اپنے نامہ اعمال میں محفوظ کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین



درسِ حدیث

رمضان المبارک کی قدر کیجئے

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَ مَرَدَةُ الْجِنِّ وَ غُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَ يُنَادِي مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ! أَقْبِلْ، وَ يَا بَاغِيَ الشَّرِّ! أَقْصِرْ، وَ لِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَ ذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ (ترمذی: 682)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات قید کر دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اس طرح کہ اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا، اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اس طرح کہ پھر اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا، اور ایک اعلان کرنے والا فرشتہ یہ اعلان کرتا رہتا ہے کہ اے بھلائی کے طلب گار! اللہ کی طرف متوجہ ہو جا اور اے برائی کا ارادہ کرنے والے! برائی سے باز آ جا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے اور یہ اعلان رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔

تشریح: ماہِ مبارک کی آمد آمد ہے جیسے یہ بابرکت اور مقدس ترین مہینہ ہوتا ہے، اطراف واکنافِ عالم کا ماحول اور منظر یکسر تبدیل ہو جاتا ہے، فضاؤں میں روحانیت نورانیت کی خوشبوئیں بکھیر دی جاتی ہے، خواص تو خواص عوام کے اذہان وقلوب بھی یادِ الٰہی وشوقِ ربانی کی طرف بے ساختہ کھنچے چلے جاتے ہیں، شرابی ہو کہ کبابی، زانی ہو کہ فاجر، ڈاکو ہو کہ چور، سود خور ہو یا بسیار خور، ظاہر کا پراگندہ ہو کہ باطن کا آلودہ، بہر حال ہر فسق وفجور کا عادی، ہر معصیت ونافرمانی کا شوقین، اور ہر حرص دنیا وہوائے نفس کا دلدادہ، عبادتوں کے اس فصل بہار سے مستفید ومستنیر ہوتا نظر آتا ہے، سحر کی سحر خیزی ہو کہ افطار کی گرم بازاری، روزے کی فاقہ کشی ہو کہ تراویح کی

* استاذِ حدیث وفقہ ادارہ ہذا

شب بیداری ذکر وعبادت کی مشغولی ہو کہ داد و دہش کی فراوانی، سبحان اللہ! ہر منظر قابل دید اور لائق عبرت و نصیحت ہوتا ہے اور بجا طور پر یہ سمجھا اور جانا جا سکتا ہے کہ رمضان کا مہینہ دراصل ''سلوک ربانی'' کا مہینہ ہے جس میں بندۂ مومن اپنے پاک پروردگار کی خصوصی رحمتوں اور اونچی عنایتوں کے سایہ تلے اپنی روحانیت اور ایمانی مدارج کو ارتقا اور بلندی کے مقامات تک لے جاتا ہے اور ماہِ مبارک کے گزرتے گزرتے قرب الٰہی کے سوغات اور لذت عبادت کے انعام سے دامن بھرتا جاتا ہے اور ایک پرلطف و پرکیف زندگی سے ہمکنار اور مالا مال ہوتا ہے۔

حدیث مذکور میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو ماہِ مقدس کی رفعت شان اور عظمت مقام کا احساس اور فکر دلاتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جیسے ہی ماہ منور کی ابتدا ہوتی ہے تو منجانب اللہ عالمِ بالا میں انقلاب وتبدیلی کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں، فرمانِ نبوی کے مطابق: (۱) شیاطین اور خبیث جنات (جن کا وجود انسانوں کو نافرمانی اور ضلالت وگمراہی میں مبتلا کرنے کے ہی واسطے خاص ہیں) کو قید کر دیا جاتا ہے، اب وہ سال کے گیارہ مہینوں کی طرح اپنا کام اور مشن جاری نہیں رکھ سکتے۔

(۲) جہنم کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جن کا ظاہری اثر یہ ہوتا ہے کہ بندوں کو جنت میں جانے کے کام آسان اور جہنم تک رسائی کے کام مشکل ہو جاتے ہیں، یا جنت کے دروازوں کا کھلنا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہونا بندوں کے لیے بطور استقبال بھی ہو سکتا ہے۔

(۳) ماہِ پُرنور کی راتوں میں سے ہر رات اللہ عزوجل کے حکم سے ایک فرشتہ مسلسل ندا اور اعلان کر رہا ہے کہ خیر وبھلائی اور نیکی وتقویٰ کے طالبوں کو آگے بڑھنا چاہیے اور شر و برائی اور گناہ ومعصیت کے طلبگاروں کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔

(۴) اس اعلان وندا کا ظاہری اثر ہر شخص خود مشاہدہ کر سکتا ہے کہ طاعات اور نیکیوں کی جانب توجہ بڑھتی جاتی ہے اور برائیوں اور گناہوں سے طبیعت دور ونفور ہوتی جاتی ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو ماہ مقدس نصیب فرمائے اور اس کی خوب وقدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیش گفتار

ادارہ میں نافذ نظامِ تعلیم کا تفصیلی تعارف

یہ بیان حضرت اقدس مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی نے ماہِ فروری ۲۰۲۴ء کے دوسرے اتوار کو ماہانہ اصلاحی مجلس اور سالانہ جلسۂ تکمیل حفظ قرآن مجید کے موقع پر فرمایا ہے، جس میں ذمہ دارانِ مدارس، سرپرستانِ طلبہ، بہی خواہانِ ادارہ اور عامۃ المسلمین سے خطاب فرماتے ہوئے ادارہ میں نافذ جدید نظامِ تعلیم کا تفصیلی تعارف، اس کی اہمیت، ضرورت اور افادیت پر نہایت جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے، جس کو ادارہ کے لائق استاذ محترم مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی زید فضلہٗ نے بڑی جانفشانی سے ریکارڈ کردہ بیان کو اہتمام کے ساتھ سپردِ قرطاس کیا، افادۂ عام کے لئے قارئین اشرف الجرائد کی خدمت میں پیش ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

یاد رہے کہ یہ حضرت کی باضابطہ تحریر نہیں ہے تقریر کی نقل ہے، اس لئے عباراتِ تقریر سے اصل مقصود کو حاصل کرلیا جائے، مصروفیات کی وجہ سے حضرت نظرثانی بھی نہ کرسکے۔ از: مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ و السلام علی اشرف الانبیاء وسادۃ الاتقیاء و سید المرسلین خاتم النبیین محمد وعلی آلہ واھل بیتہ وصحبہٖ اجمعین .اما بعد! فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۰﴾

دینی اجتماعات میں شرکت کا مقصد

اس وقت طلبہ کا ختم قرآن ہے، اس لئے بہت سے ان کے اولیاء، سرپرست بھی ہیں اور ماشاء اللہ سے

ماہانہ اجتماع میں آنے والی ہماری بہنیں بچیاں بھی ہیں، آپ سب کسی خاص مقصد سے یہاں آئے ہیں، کسی میلہ یا عرس میں نہیں آئے ہیں، نہ کسی یاترا میں نکلے ہیں، نہ تماشہ دیکھنے کے لئے آئے ہیں، بل کہ سب اللہ تعالیٰ کا دین سننے سمجھنے کے لئے آئے ہیں، اس لئے ڈسپلین کا مظاہرہ کرنا اور نہایت سکون و خاموشی کے ساتھ بات کو توجہ اور دھیان سے سننا چاہئے، تاکہ ہماری زندگیوں میں دین آجائے۔

جو کرنا ہے اللہ کی رضا کے لئے کرنا ہے

دوسری بات یہ بتانی ہے کہ کچھ طلبہ نے آپ کے سامنے مظاہرہ کیا، الحمدللہ میں ہر جگہ جا کر ہر مدرسہ میں، علماء کے مجمعوں میں، مدارس کے ذمہ داروں سے کہتا ہوں اور میں خود بھی اس کا خیال بھرپور طریقہ پر رکھتا ہوں کہ مدرسہ میں جو کام نہیں ہو رہا ہے اسٹیج پر اس کا مظاہرہ نہ کیا جائے؛ کیوں کہ یہ تو ایک قسم کا فریب اور دھوکہ ہے مثلاً یہ کہ انگریزی نہ پڑھا رہے ہوں اور انگریزی تقریر کا مظاہرہ کروایا گیا ہو، یا عربی پر محنت نہ کی جا رہی ہو، عربی تقریر پیش کر دی گئی ہو؛ یہاں انتظامیہ اور تعلیمات کو سختی سے پابند کیا گیا ہے کہ جو کام یہاں ہو رہا ہے، اسی کو ثبوت میں بتانا ہے، فرضی اور رسمی طور پر کچھ طلبہ کو تیار کر کے اسٹیج پر مظاہرہ کروا دینا، یا اس کی ایک ویڈیو بنا کر مدرسہ کے نام سے ڈال دینا، یہ ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے۔ الحمدللہ ہمارے پروگرام ویڈیو گرافی سے خالی ہیں، لوگ از خود ویڈیوز بنا لیتے ہیں تو ہم اس سے بری ہیں، ہم اس کا کوئی انتظام نہیں کرتے، اور بار بار انتظامیہ و تعلیمات کو یہی کہتے ہیں کہ دیکھو جو کرنا ہے اللہ کو دکھانے کے لئے کرنا ہے، بس!۔ اللہ دیکھ لے! اللہ کو دکھانے کے لئے اتنی محنت ہو رہی ہے، اگر مخلوق کو دکھانے کے لئے کام کیا جائے گا تو مخلوق بھی خوش نہیں ہوگی، اللہ بھی راضی نہیں ہوگا۔ کل ہی ہمارے ادارہ کی تمام شاخوں کا ''مسابقۃ القرآن الکریم'' ایک شاخ میں منعقد کیا گیا تھا، جس میں تمام شاخوں کے طلبۂ حفظ نے حصہ لیا اور الحمدللہ طالب علموں نے اچھا مظاہرہ کیا، اچھی محنت کی اور اچھے نتائج بھی سامنے آئے؛ یہ مسابقہ تین فروع میں ہوا، دس پارے والے، بیس پارے والے، اور مکمل قرآن مجید والے، اور مکمل قرآن مجید والی فرع میں پہلا انعام پانے والے طالب علم کے لئے ہمارے اساتذہ و معاونین اور مجلس تعلیمی نے کوشش کر کے عمرہ کے سفر کا انتظام کیا اور ان کو عمرہ کا ٹکٹ بھی حوالہ کیا۔ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود ہم نے کہا کہ اس کی تشہیر نہیں کرنی ہے، اللہ کو دکھانا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے عمل سے خوش ہو جائے، بس یہی مقصود ہے۔

مراٹھی زبان پر محنت

ہمارے ادارہ میں چوں کہ مہاراشٹر، مرٹھواڑہ کے طلبہ کی بڑی تعداد ہے، اور اُن کی اچھی خاصی تعداد کا

یہاں تعلیم حاصل کرنے کا رجحان ہے، تو ہم نے اُن کے لئے مراٹھی انجمن بھی رکھی جس میں وہ وقفہ وقفہ سے مراٹھی زبان پر محنت کرتے رہے اور سالانہ مسابقہ میں اِن بچوں نے حصہ بھی لیا، کیوں کہ ان کو اپنے وطن میں دین کا کام کرنا ہے اور اپنے وطن کی زبان سے واقفیت ضروری ہے تاکہ وہ اچھے انداز میں، معیاری انداز میں ادبی مراٹھی میں اظہارِ مافی الضمیر کرسکیں، اور علمِ الٰہی کو دوسروں تک پہونچا سکیں۔

تلگو، اردو اور عربی زبان پر محنت

اسی طرح ہمارے ادارے میں تلگو علاقوں کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں، خود ہماری ریاستِ تلنگانہ کی زبان تلگو ہے، اس لئے تلگو انجمن منعقد کرکے اس میں بھی طلبہ کو تیار کیا جاتا رہا تاکہ وہ وطنی زبان میں دین کی خدمت اچھی طرح کرسکیں اور جو دین وہ مدرسہ میں سیکھ رہے ہیں اُس کا ہم وطنوں کے سامنے اچھی طرح اظہار کرسکیں۔

اردو تو بہر حال سب کی زبان ہے اس لئے اردو میں بھی یہ سب محنتیں ہوتی رہتی ہیں، ہر عالم کو ہر طالب علم کو اردو میں بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔

عربی زبان: دین اسلام ہی عربی زبان میں ہے، کتاب وسنت کے مجموعہ کو دین کہا جاتا ہے، کتاب وسنت تک پہونچنے کے لئے عربی چاہئے، اور عربی بھی وہ نہیں جو آج کل عرب ملکوں میں بولی جاتی ہے؛ بلکہ وہ عربی جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں حجاز میں بولی جاتی تھی، عراق، مصر، یمن میں بولی جانے والی عربی کا اعتبار نہیں، بل کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی وہ عربی جو لغت قریش پر ہے اور حجاز مقدسہ میں بولی جاتی تھی، جس میں مدینہ والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بات کرتے تھے، جس میں قرآن اُترتا تھا، اسی عربی کو دینی مدارس میں ٹارگیٹ کیا جاتا ہے، اسی عربی کو سکھانے کی کوشش کی جاتی ہے، تاکہ ہمارے طلبہ اس عربی کے ذریعہ سے کتاب وسنت کو سمجھ سکیں، اس کے علاوہ مدرسہ ہی میں خارجی اوقات میں ہمارے عربی ادب کئے ہوئے باصلاحیت اساتذہ شوق مند طلبہ کا انتخاب کرکے اُنہیں اس دور میں خطاب کرنے کی عربی بھی سکھاتے ہیں، سال بھر یہ سلسلہ چلتا ہے، بیسیوں طلبہ نے سالانہ مسابقے میں حصہ لیا وہ انجمن ہو چکی ہے، وہ سال میں ایک دفعہ جمادی الثانیہ کے اختتام پر ہوجاتی ہے، ایسا نہیں کہ صرف اس جلسہ کے لئے ان کو تیار کیا گیا ہے۔

انگریزی زبان پر محنت کا اصل مقصد

اور یہ انگریزی کا جو تھوڑا سا مظاہرہ کیا گیا اور اس میں آپ لوگوں کا زیادہ وقت لیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم یہاں موجود علماء ونظماء اور اہلِ مدارس کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ اپنے اپنے مدارس میں

عصری تعلیم کو مقصود بنا کر اپنے نظام میں شامل کریں، اور مدرسہ کا نظام العمل ایسا بنایا جائے کہ بچوں کا آدھا وقت عصری تعلیم کے لئے اور آدھا وقت مذہبی و دینی تعلیم کے لئے دیا جا سکے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بچوں کو اُن علوم سے کچھ واقفیت ہو جانی چاہئے جس کے بغیر کتاب وسنت اور خاص طور سے قرآن کے سمجھنے میں دشوار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنی وحدانیت کو ثابت کرنے کے لئے ایک بڑا حصہ قرآن کا نازل فرمایا ہے، اور وہ سب کا سب ماحولیات کے تعارف پر مشتمل ہے کہ آدمی فیزیکل سائنس اور میڈیکل سائنس، اور اپنے اطراف واکناف میں غور کرے کہ اللہ نے انسان کی ذات اور اس کے اطراف کی ہر شئی کو اپنی وحدانیت اور توحید کی دلیل بتایا ہے۔ اگر شُد بُد بھی سائنس نہیں جانتے اور ماحولیات، سورج، چاند، ستاروں، کہکشاؤں، اگریکلچر، وغیرہ سے کچھ بھی واقفیت نہ ہو تو وہ قرآن جو انہی چیزوں کو دکھا دکھا کر اللہ کی قدرت کا اعلان کرتا ہے کیسے سمجھ پائیں گے؟ اور کیسے اس پر یقین کی دولت حاصل ہو سکے گی؟ اس لئے ہم تو بیس سال سے بول رہے ہیں کہ تھوڑی عصری تعلیم کی علماء کو سخت ضرورت ہے اور وہ اس سے واقف ہو جائیں تبھی جا کر اللہ کی کتاب سے امت کو توحید کی طرف بلا سکتے ہیں اور لوگوں کے شکوک وشبہات کا بہت آسانی سے جواب دے سکتے ہیں، اس لئے کہ قرآن نے فلسفہ اور سائنس کو بحث کا موضوع نہیں بنایا ہے، قرآن کریم نے صرف اور صرف آنکھوں کو نظر آنے والے مناظر اور کانوں کو سنائی دینے والی آوازوں کو اپنی قدرت کی دلیل بنا دیا ہے۔

گلستاں میں جا کے ہر اک گل کو دیکھا
تِری ہی سی رنگت، تِری ہی سی بُو ہے

ے

ہر ورق دفتریست از معرفتِ کردگار

اللہ نے ایک ایک چیز کو، لوہا، تانبا، پیتل، تیل اور زمین کے ذخائر، کھیتی، غلے، پیداوار، فروٹس، درخت، اور درختوں کی قدرتیں نُدرتیں، گھانس، پتے، پھول، پنکھڑیاں غرضیکہ ہر چیز کو اللہ نے اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر قرآن میں پیش کیا ہے۔ بادلوں کا اُٹھنا، بارش کا برسنا، زمین کا مردنی کے بعد زندہ ہونا، زندہ سے مردہ کا نکلنا، اور مردہ سے زندہ کا نکلنا، قرآن اِن مثالوں سے بھرا ہوا ہے؛ لیکن تھوڑا سا اس کو ماحولیات کے ذریعہ اور سائنس کے ذریعہ سے سمجھا یا جائے تو یقین کا وہ درجہ حاصل ہوگا جس کو حق الیقین کہا جاتا ہے؛ لیکن ہمارے مدرسوں میں اس کا کوئی ذکر و مذاکرہ نہیں ہے، بے شک دینی احکام سے واقف کرانا اور داعی بنانا مدرسہ کا مقصد ہے، دعوت الی الایمان، دعوت الی اعمال الایمان دونوں مقاصد میں سے ہیں، اگر کوئی غیر مسلم ہم سے مل جائے،

اوروہ اللہ کی وحدانیت سمجھنا چاہے تواس کے لئے قرآن سے زیادہ مضبوط کوئی چیز نہیں ہے؛لیکن وہ قرآن کی باتیں سمجھانے کے لئے تھوڑی بہت آیاتِ قدرت سے واقفیت کی ضرورت ہے،اس وجہ سے ہم نے مدرسہ میں دونوں نظام لے کے چلنے کی بڑی کوشش کی،اگر چہ ابھی علماء کی اس سلسلے میں موافقت نہیں پارہے ہیں۔

شعبۂ معہد اشرف کا مختصر تعارف

ہم نے ایک درمیانی راستہ نکالا جو طلبہ ایس ایس سی یعنی 10th تک کسی اسکول میں پڑھے ہوئے ہیں، ان کو مدرسہ میں داخلہ دیا اور اردو درست کرا کے انٹرمیڈیٹ کے دو برس اور ڈگری کے تین برس،کل پانچ برس کی تعلیم کے ساتھ انھیں پانچ برسوں میں ایک پانچ سالہ دینی نصاب مشکوٰۃ وجلالین تک پڑھایا جائے۔(جس وقت یہاں دکن میں مسلم اسٹیٹ تھا اور نظام صاحب کی حکومت تھی تو نظام تعلیم اس طرح تھا کہ ڈگری تک پہونچتے پہونچتے مسلم بچوں کو جلالین اور مشکوٰۃ تک تعلیم بھی حاصل ہوجاتی تھی، یہ ان کے لئے اس وقت کے نصاب تعلیم کا حصہ تھا) تو ہم نے اس کا آغاز کیا اور اس کے بعد یہ بچے ایک سال دورۂ حدیث کے لئے وقت دے کر مکمل عالمِ دین بن رہے ہیں،اور کئی بیاچ اس کے فارغ ہو چکے ہیں۔چناں چہ اس سال بھی دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والوں میں چند طلبہ وہ ہیں جو شروع سے مدرسہ والا درسِ نظامی پڑھ کر دورہ تک پہونچے ہیں، اور کچھ طلبہ وہ ہیں جو یہ پانچ سالہ نصاب اپنی عصری تعلیم کے ساتھ ڈگری مکمل کر کے پھر دورۂ حدیث تک پہونچ کر سندِ فضیلت حاصل کرنے جارہے ہیں۔فالحمد للہ علی ذالک

نیشنل ایجوکیشن پالیسی

لیکن تین سال پہلے سے 2020 میں حکومتِ ہند نے ملک کے واسطے ایک نیا نظامِ تعلیم شروع کیا،جو NEP کے نام سے موسوم ہے،اور یہ نیو ایجوکیشن پالیسی نہیں،بل کہ ''نیشنل ایجوکیشن پالیسی'' ہے،پورے ہندوستان کے لئے جو نیا نظام تعلیم موجودہ حکومت میں بی جے پی کا تیار کردہ تھا،سن 2019 میں لاک ڈاؤن کی فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے اس نظامِ تعلیم میں باقاعدہ ایک خاص نظریہ،خاص آئیڈیالوجی، خاص ذہنیت کو شامل کرنے کے واسطے پہلے باقاعدہ انڈرگراؤنڈ محنت کی،پھر ایجوکیشن کمیٹی کو حوالہ کیا اور ملک کی ایجوکیشن کمیٹی نے اس کی نوک پلک درست کر کے انٹرنیٹ پر اپ لوڈ کردیا،بڑی دیر سے لوگوں کو پتہ چلا،اور جب علماء اسلام،دانشورانِ قوم متوجہ ہوئے،تب تک بہت کم وقت باقی رہ گیا تھا،مجھے یاد ہے کہ رمضان کا مہینہ چل رہا تھا اور جس مدت میں آبجیکشن داخل کرنے کی گنجائش تھی اس مہلت کا وقت ختم ہونے جارہا تھا،اس وقت

ہمارے اکابر علماء (بالخصوص ریاست تلنگانہ کے کئی اکابر) نے مذہبی ودینی ذہن رکھنے والے دانشورانِ ملت اور ایجوکیشنلسٹ کے ساتھ کئی میٹینگیں کیں، ان کے جتنے اعتراضات اور اندیشے تھے سب لکھ لکھ کر کے انٹرنیٹ پر ڈالے گئے، دارالعلوم دیوبند، جمعیۃ علماء، اور جماعتِ اسلامی وغیرہ نے اپنے اپنے اعتراضات داخل کئے کہ یہ نظام ایک مخصوص کمیونٹی کے عقائد کو نقصان پہونچائے گا اور ان کے کلچر اور ان کی تاریخی تہذیب کو مٹادے گا، ایک لاکھ سے زائد اعتراضات مختلف طبقاتِ سماج کی طرف سے بھیجے گئے؛ لیکن کسی پر بھی توجہ دئے بغیر ایک چھوٹا سا بل بنا کر کے انہوں نے پارلیمنٹ میں پیش کرلیا اور اس ڈرافٹ کو منظور کرالیا، اس طریقہ سے NEP منظور ہوگیا، پھر راجیہ سبھا میں بھی منظور ہوگیا، اس کے بعد غالباً ۲۱/ڈسمبر 2023 کو باقاعدہ پارلیمنٹ کی کیبنٹ کمیٹی نے اعلان کردیا کہ جو نظام 2020 میں بنایا گیا تھا وہ اب پورے ملک میں نافذ العمل کردیا گیا ہے، اور ملک کے ڈھائی لاکھ منڈلوں میں اس پر باقاعدہ عمل درآمد کرایا جائے گا، اس کا اعلان ہوچکا۔

چکی کے دو پاٹ

ہم اس وقت سے برابر اہلِ مدارس سے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو اگر یہ نظام آئے گا تو ہماری نئی نسل چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں پس کر رہ جائے گی، ایک ہے آر، ٹی، ای (R.T.E) جس کا مطلب ہے قانون حقِ لازمی تعلیم، اگرچہ کہ یہ قانون کانگریس نے بنایا تھا، لیکن اس حکومت نے اس کو باقاعدگی دے دی، اور عمل میں لے لیا کہ بھارت کا ہر وہ بچہ، بچی جس کی عمر چار سال سے اٹھارہ سال تک ہو وہ تعلیم میں ہی مشغول رہے گی اور اسے اسکول ایجوکیشن لینا ہے، اور اس میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی، اگر یہ بچہ اسکول میں نہیں ہے، یا اگر گھر والے نہیں بھیج رہے ہیں تو ماں باپ کو نوٹس اشّو کی جائے گی کہ آپ کا بچہ اسکول میں کیوں نہیں جارہا ہے؟ اگر یہ بچہ کارخانہ میں ہے تو کمپنی کو نوٹس اشّو کی جائے گی کہ یہ بچہ آپ کے پاس کیوں ہے؟ اگر یہ بچہ کسی دینی مدرسہ میں ہوگا تو مہتمم کو نوٹس جائے گی کہ یہ بچہ اسکول کیوں نہیں جارہا ہے؟ آپ نے کیوں روک کے رکھا ہوا ہے؟ NEP ایکٹ میں ان سب چیزوں کی صراحت موجود ہے اور NCR (نیشنل چائلڈ رائٹس) کو بھی شامل کرکے کہا جائے گا کہ بچوں کے حق مارے جارہے ہیں۔ اور یہ انٹرنیشنل تنظیم ہے، اس کے پاس اتنی طاقت ہے کہ اگر وہ نوٹس اشو کردے تو سوائے عدالتی چارہ جوئی کے آپ کے پاس اَور کوئی راستہ نہیں ہے، اور NEP میں حقوق اطفال کی اس تنظیم کو، اور صحت وطباعت کے شعبہ کو بھی لیا گیا ہے اور ان سب کو لے کر ایک نظام بنادیا گیا کہ ہر بچہ کو پڑھنا کمپلسری (ضروری) ہے جب تک کہ وہ بارہویں جماعت پاس نہ کرلے، یہ چکی کا ایک پاٹ ہے اور وہی نظام ونصاب پڑھنا ضروری ہے جو نیشنل ایجوکیشن کمیٹی نے بنا کر ہم کو دے گی۔ یہ دوسرا والا پاٹ ہے، ان

دونوں کے بیچ میں اس ملک کا ہر بچہ آ رہا ہے ؛لیکن دوسروں کو اس کی کوئی پرواہ نہیں؟ ہمیں نہیں معلوم ! پر مسلمانوں کو اس کی فکر ہونی چاہئے کہ اس کے نتیجہ میں مسلم بچوں کے اندر سے توحید کی روح نکال لی جائے گی اور بھارت کلچر کے نام پر اُن کا شرکیہ مزاج بنا دیا جائے گا۔ کئی ریاستوں میں یہ کام شروع ہو چکا ہے، اور ہماری ریاست میں آج یا کل کسی بھی وقت آجائے گا۔

چند دن پہلے ہمارے بھارت کے طاقتور وزیر اعظم نے ایک بیان دیا تھا جو سارے اخبارات میں آیا، اس میں انہوں نے یہ کہا کہ 2024 کے الیکشن میں ہمیں (BJP) کو تین سو سے زائد سیٹیں ملیں گی (اور NDA یعنی ان کے حلیفوں کو ملا کر چار سو سے اوپر سیٹیں حاصل ہوں گی) اس سے بہت مضبوط حکومت ہم اگلی مرتبہ بھی بنانے جارہے ہیں ،اور اس کے بعد ہم بڑے بڑے فیصلے کرنے والے ہیں ، یہ کیا بڑے فیصلے ہیں؟ وہ وقت ہی بتائے گا ، اللہ بہتر جانتا ہے وہ کون کونسے بڑے فیصلے ہیں؟ اس لئے میں اہلِ مدارس سے بل کہ ہر جگہ کہہ رہا ہوں اور خدا کرے کہ میں غلط ہوں تو بہت اچھا ہے کہ ایسا ہی ہوجائے ؛لیکن اگر میں حالات کو صحیح سمجھ پا رہا ہوں،تو پھر خدا کرے کہ ہمارے نظمائے مدارس اور اہل علم کو یہ بات سمجھ میں آجائے کہ جب یہ کہا جائے گا کہ ہر چار سال سے اٹھارہ سال کا بچہ اپنے متعلقہ کلاس میں ہونا چاہئے ، چار سال کا بچہ نرسری میں ہونا چاہئے ، پانچ سال کا بچہ اس کے اوپر، چھ سال کا بچہ اس کے آگے ، ایسے ہوتے ہوتے اٹھارہ سال تک بچہ بارہویں میں ہونا چاہئے ، جب یہ ہونا کمپلسری ہے اور نہ ہو تو جواب دینا پڑے گا تو آپ سوچئے کہ مدرسہ میں کونسی عمر کے بچہ پڑھتے ہیں؟ یہی آٹھ ،نو، دس سال سے اٹھارہ سال تک کے بچے پڑھتے ہیں اِن کو اسکول میں چلے جانا چاہئے تو مدرسے میں کون پڑھے گا؟ یہ ایک بڑا المیہ ہے لمحۂ فکریہ ہے!!۔

اس لئے ہماری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ جتنے دینی مدارس کے ذمہ داران ہیں وہ اسکول ایجوکیشن شروع کریں۔ اور یہ وضاحت ممکن رہے کہ آپ اِس بچہ کو جو پڑھانا چاہ رہے ہیں وہ پڑھ رہا ہے نا ! اس کے علاوہ خارجی وقت میں کچھ دین بھی سیکھ لے رہا ہے تو کیا تکلیف ہے؟ NEP میں کہا گیا ہے کہ ہم کسی کے فنڈامنٹل رائٹس (Fundamental Rights) کے خلاف نہیں ہے اور ہم کسی بھارتی شہری کے مذہب کے اندر مداخلت نہیں کررہے ہیں۔ ان کو پڑھنے کا حق حاصل ہے مگر جو بھی پڑھنا ہے بارہویں پڑھ کے پڑھو۔ عدالت بھی یہی بولے گی! اہل حکومت اچھی بات بول رہے ہیں کہ بچے بارہویں تک پڑھیں،تو ہم اس وقت بالکل غفلت میں ہیں، عجیب صورتحال ہے اس وقت۔

میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں کے خلاف جتنی عالمی سازشیں ہورہی ہے اور جتنی پلاننگ ہورہی

ہے وہ اتنے سنگین اور اتنے خطرناک نہیں ہے، جتنا کہ مسلمانوں کا غفلت کے برف دان میں سوجانا اور مسائل کو سنجیدہ لئے بغیر چھوڑ دینا سنگین مسئلہ ہے۔

حفاظتِ دین میں ہمارے اکابر کی ناقابل فراموش خدمات

جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت ہوئی تو انگریزوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو نہیں ،بل کہ سارے ہندوستانیوں کو کرسچن بنانے کا فیصلہ کیا، برطانیہ سے بڑے بڑے مبلغین اور داعی بلائے گئے اور ان کو باقاعدہ تنخواہیں دے کر ہر قوم کے لوگوں سے مذہبی مناظرے کروائے جاتے تھے،تو کیا اس وقت ہمارے علماء خاموش رہے؟ نہیں! ہمارے علماء خاموش نہیں رہے،بل کہ ایک طاقتور برٹشٹ گورنمٹ کا سامنا کرنے کا فیصلہ کیا کہ ہم مذہب کے لئے لڑائی لڑیں گے، چنانچہ مذہب کے لئے انہوں نے بڑے بڑے مناظرے کئے۔

تاریخ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کو، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کو فراموش نہیں کرسکتی۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے بڑے بڑے عیسائی علماء، مبلغین اور داعی علماء کو ناکوں چنے چبوادئے، مسٹر آتھم کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے ہندوستان چھوڑ کے بھاگ جانے پر مجبور کردیا،اور پھر یہاں سے عربوں کو بھٹکانے کے لئے چلا گیا اور جب مصر جاکر مصری مسلمانوں کو چیلنج کرنے لگا کہ میں ہندوستان کے علماء کو ہرا کے آیا ہوں اور اب عرب میں کون ہے جو مجھ سے مناظرہ کرسکے؟ اور اپنے مذہب اسلام کو سچا ثابت کرسکے؟ وہاں کی حکومت نے شریفِ مکہ کو اطلاع دی کہ اگر آپ کے پاس حجاز میں کوئی بڑا اچھا عالم ہو جو اتنے بڑے چیلینج کرنے والے کا مقابلہ کرے،تو وہاں بھی کوئی تیار نہیں ہوا۔ کیوں کہ وہاں تو اس وقت سیاسی جنگ چل رہی تھی، اور حجاز بدعات وخرافات بھرا ہوا تھا۔

''کیرانہ'' ہندوستان کا ایک قصبہ ہے، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی وہیں کے رہنے والے تھے، ہندوستان کے بڑے عالم دین تھے وہ حج کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے،مکہ میں باقاعدہ اشتہار لگایا گیا کہ اگر کوئی عالم ایک بہت بڑے عیسائی پادری سے بحث کرسکتا ہے تو حکومت سے رابطہ کرے، حضرت مولاناؒ کے علم میں بات آئی، اخبار دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ وہی عیسائی پادری ہے جس کو ہندوستان سے بھگا کے نکالا گیا ہے، بس! حضرت نے اپنا نام لکھا دیا، اور جیسے ہی حضرت کو مصر بھیجا گیا، حجاز سے مصر پہونچے، اور اس کو اطلاع دی گئی کہ آپ کا جواب دینے کے لئے ایک عالم دین آگئے ہیں، اس نے معلوم کیا کون ہیں؟ بتایا گیا رحمت اللہ کیرانوی، راتوں رات مصر چھوڑ کے بھاگ گیا اور بات کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوا، پھر حضرتؒ نے باقاعدہ ایک کتاب ''اظہار الحق'' عربی زبان میں لکھی ،جس میں موجودہ بائبل کے ایکسرے رپورٹ تیار کردیا، جھوٹ،

غلطیاں، تضادات سب ایک جگہ جمع کر دیا، اور جب ''اظہار الحق'' چھپی تو برٹش گورنمنٹ کے دارالعوام یعنی وہاں کی پارلیمنٹ میں وہ کتاب پیش کی گئی اور علمائے عیسائیت کا ایک کورٹ اس کا جائزہ لیا اور ملکۂ وکٹوریہ کو یہ ہدایت دی کہ اگر اس کتاب پہ پابندی نہیں لگائی جائے گی تو دنیا میں عیسائیت کا بیج ختم ہوجائے گا۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی اور انگلینڈ میں بھی اس کتاب پر پابندی لگائی گئی، لیکن آج بھی کتاب عربی میں موجود ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی چھپا ہوا ہے، حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ نے اس کو انگریزی میں بھی منتقل کر دیا ہے۔

کتاب ''اظہار الحق'' اور احمد دیدات صاحب

اسی ''اظہار الحق'' سے آپ نے احمد دیدات صاحب کا نام سنا ہوگا، جو کسی زمانہ میں عیسائیوں کے زبردست مناظر تھے، پوری دنیا میں عیسائیت کے گھٹنے ٹکوا دئے تھے، وہ عالم دین نہیں تھے، بنگلور میں ایک انٹرویو میں انہوں نے خود کہا کہ چرچ کے سامنے میری ٹی اسٹال تھی، اور جب چرچ سے بچے نکل کر میرے پاس چائے پینے آتے تھے، اور اسلام کے خلاف اُن کا جو دماغ بنایا جاتا تھا اس کے مطابق وہ مجھ سے سوالات کرتے تھے تو میں ان کو جواب نہیں دے پاتا تھا کیوں کہ میرے پاس ان کی معلومات نہیں تھی، ایک دفعہ میں اپنی دکان کے لئے ردّی خریدنے گیا اور اس ردّی میں مجھے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی ایک پرانی کتاب ''اظہار الحق'' ملی، جب میں نے اس کتاب کو پڑھا تو ایک ایک بات کا جواب مجھے اس میں مل گیا، میری ہمت بڑھ گئی، میں اسی سے جواب دینے لگا، پھر اتنی ہمت بڑھی کہ میں ان سے سوالات پوچھنے لگا، وہ کہتے تھے کہ فادر سے پوچھ کر بتائیں گے، اور فادر کے پاس جوابات نہیں تھے تو اس نے مجھ سے بات کرنے سے بچوں کو منع کر دیا، مجھے اور ہمت آگئی کہ میں اِن کو لاجواب کرسکتا ہوں، یوں ہوتے ہوتے وہ دن بھی آیا جب احمد دیدات صاحب نے ورلڈ کی میڈیا کو خطاب کرکے کہا تھا کہ اگر پوپ پال (یعنی پوری دنیا کے سب سے بڑے عیسائی عالم) اسلام کی حقانیت کے بارے میں مجھ سے بات کرنا چاہیں، تو وہ جہاں بات کرنا چاہیں گے وہاں آجاؤں گا اور مصارفِ سفر میں خود ہی برداشت کروں گا؛ لیکن وہ مجھ سے بات کریں کہ اسلام حق ہے یا عیسائیت؟

دیکھئے! ایک عالم کا فیض کہاں تک پھیل گیا ہے؟ اس وقت جو ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب ہیں، وہ بھی اس میدان میں ماشاء اللہ بہت کام کرتے ہیں۔ اور ان سے بہت بڑے بڑے اسکالر متأثر ہیں؛ اُن کا خود بیان ہے کہ انہوں نے جو کچھ بھی سیکھا ہے وہ جناب احمد دیدات صاحب کی کیسیٹوں کو سُن سُن کر سیکھا ہے۔ تو بات پھر مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ تک پہونچ گئی، غرض جہاں بھی جو کام ردِعیسائیت کا اس وقت ہورہا ہے وہ اللہ کے

اُس بندے کے مقسوم میں اوراس کے اعمال نامہ میں جارہا ہے،جس نے اس کاز کے لئے اپنی زندگی کھپادی اور اسلام پر آنچ نہ آنے دی ۔تو عرض کرنا یہ ہے کہ اِن عیسائیوں کا علماء نے مقابلہ کیا ، حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ نے پنڈت دیانند سرسوتی اور ہندو مہاسبھا کے بڑے بڑے لیڈروں سے ایسے مضبوط مناظرے کئے ہیں کہ آج وہ تاریخ کا حصہ بن گئے ،لیکن مسلمانوں کواس کا علم نہیں۔

اُس وقت دلائل سے گفتگو ہوتی تھی ، ہندو مہا سبھا ، آریہ سماج کے لوگ باقاعدہ بحث کرتے تھے ،علمی دلائل پر گفتگو کرتے تھےاور حضرت حجۃ الاسلام ان کو ہر جگہ زیر کرتے تھےاور اُنھیں ناکام کرنے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کامیاب ہوتے تھے۔وہ معقولات سے بات کرتے تو معقولات سے جواب دیتے تھے۔

حاصل کلام

ہم اس مجمع کے ذریعہ یہی بات پہونچانا چاہتے ہیں کہ ہماری کوشش یہی ہے کہ ہمارے طلبہ اسلامی ودینی علوم کے ساتھ عصر حاضر سے ھم آہنگ علوم بھی حاصل کریں تاکہ اپنے اپنے علاقوں میں بآسانی باطل کا مقابلہ کر سکیں ،اس لئے لاک ڈاون کے دوران یہ کوشش کی گئی کہ ایک ایسا سسٹم بنادیا جائے جس سے ہم اپنے بچوں کو عالم بھی بنائیں اور ساتھ ہی بارھویں تک کی تعلیم بھی لازمی طور پر دلوائیں تاکہ یہ پڑھائی مدرسوں کے قائم رہنے کے سلسلہ میں ڈھال بھی بن جائے اوردعوت کی ضرورت کے اعتبار سے علماء کی ضرورت پوری کرنے کا سبب بھی بن جائے۔

چناں چہ اس کے لئے دو مقاصد کے ساتھ ایک نظام بنایا گیا۔اس کے لئے بچوں کی عمر کم سے کم آٹھ سال ہونی چاہیئے ،ادارہ میں گذشتہ دوسالوں سے چھوٹے چھوٹے بچوں کوداخلہ دیا جارہا ہے (اگرچہ کہ انھیں سنبھالنے میں انتظامیہ کو کافی دشواری ہورہی ہے) تاکہ بنیادی طور پر ہم ان کو ایک سسٹم کا پابند بنائیں جس سے بچہ حافظ بننے تک کچھ جماعتیں پڑھ چکا ہوگا اور عالم بننے تک وہ گورنمنٹ کے مطالبہ کے مطابق بارہویں جماعت بھی پڑھ چکا ہوگا۔

جدید نصابِ تعلیم کے دو روخ

NEP میں کہا گیا ہے کہ سرکار نے ایک ایسا فریم ورک بنایا ہے کہ چارسال کی عمر سے ہی بچوں کا اسکولوں میں داخلہ لیا جائے۔ یہ جتنے ایکٹ میں آپ کو پڑھ کے سنارہا ہوں سب قومی تعلیمی پالیسی میں موجود ہیں،ان کو آپ انٹرنیٹ پر پڑھ سکتے ہیں،سائنس اب بتارہی ہے کہ چارسال کی عمر سے بچہ تحملِ علم کے لائق ہوجاتا ہے، اور یہ بحثیں تو ہمارے مدارس میں دورۂ حدیث کی تعلیم کے دوران کتبِ حدیث میں اٹھتی ہیں کہ بچہ تحمل علم کے

لائق کب ہوتا ہے؟ احادیث کی کتابوں میں محمود بن ربیع کی حدیث ہے کہ وہ اپنی پانچ سال کی عمر کا قصہ سناتے ہیں کہ میرے گھر نبی آئے تھے، ڈول میں سے پانی لے کر پیار ومحبت سے میرے منہ پر کلی فرمادی تھی، و انا یو مئذ ابن خمس سنین اس وقت میں پانچ سال کا تھا، اس کو محدثین نے بھی کوڈ کیا کہ اہلیتِ اداءِ حدیث اور اہلیتِ تحمل حدیث الگ چیز ہے، تحمل علم الگ چیز ہے۔

سائنسی تحقیق کی بنیاد پر نیا قومی تعلیمی نظام چار سال سے بچوں کو گود لے لینا چاہتا ہے، گھروں سے ہٹا کر اسکول میں لے آنا چاہتا ہے اور اسکول لا کر جو کچھ پڑھانا چاہتا ہے اس نصاب تعلیم کے دو رخ ہیں جیسے سکہ کے دو رخ ہوتے ہیں، ایک یہ کہ نیا قومی نظامِ تعلیم اس دور کا سب سے اچھا، سب سے سہل اور سب سے شاندار نظام تعلیم ہے، اس کو کسی اعتبار سے آپ ریجکٹ (رَد) نہیں کر سکتے، اس ملک کے تمام ماہرین تعلیم اس کی تعریف کر رہے ہیں کہ بڑا اچھا نظام بنایا ہے، جنہوں نے بنایا ہے وہ تعلیم کے میدان کے ہیرو ہیں، اس اعتبار سے یہ نظامِ تعلیم بہت آسان، بہت عمدہ اور تمام علاقوں اور ریاستوں کے لئے قابل قبول ہے۔

اس کے دوسرے پہلو میں چند چیزیں قابلِ فکر ہیں: وہ یہ ہے کہ اس کو انہوں نے جو رنگ دیا ہے وہ سیکولر نہیں ہے، بل کہ اس کو بھارت کلچر کے نام پر مشرکانہ رنگ دیا گیا ہے، یہ ہمارے لئے سب سے بڑا المیہ اور لمحۂ فکر یہ ہے اور اسی پر مسلمانوں کو غور کرنے اور اپنی اولاد کے بارے میں خود سوچنے کی ضرورت ہے؛ لیکن افسوس کہ ہم ایک ایسے دور میں ہیں جہاں سوشل میڈیا کا بیکار کا شور وہنگامہ ہے جس میں ہمیں مشغول کر کے سنجیدہ سوچ وفکر سے محروم کر دیا گیا ہے، مقاصد کے لئے غور کرنے کی صلاحیتیوں سے ہمیں مفلوج کر دیا گیا ہے، اس وجہ سے ہم ان چیلنجس اور مسائل پر دھیان نہیں دے رہے ہیں جو ہمیں درپیش ہیں، اس لئے قومی تعلیمی پالیسی والوں سے ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ آپ نے بہت اچھا نظامِ تعلیم لایا ہے، آپ کا شکریہ؛ لیکن اس کا جو پہلو ہماری نسل کو توحید کے اعتبار سے ضرر پہنچانے والا ہے اس کا تریاق ہم ضرور لائیں گے اور اپنی نسل کو کھلائیں گے۔

ہمیں تریاق تیار رکھنا ہوگا

بچپن کی بات ہے کہ اشرف المدارس ہردوئی میں بندر بہت آتے تھے اور جب آتے سب توڑ پھوڑ کر بھاگ جاتے تھے، ایک مرتبہ بعض طالب علموں نے اس مصیبت سے بچنے کی یہ تدبیر کی کہ آٹے کے اندر چوہے مارنے کی دوا ملا کر اس کی روٹیوں کو چھپر پر رکھ دیا کہ آنے دو، کھانے دو، مرجانے دو، جیسے ہی روٹیاں رکھی گئیں تو بندروں کا جھنڈ کا جھنڈ آ گیا، سب وہاں پر جمع ہو گئے، اور روٹیاں اٹھائیں اور پھر وہیں رکھ دیں، کوئی بھی کھایا نہیں، اور سب لوگ دور جا کر آرام سے اکڑو بیٹھ گئے، اور ایک مہا بندر تھا وہ کہیں گیا، کافی دیر کے بعد اچھی

خاصی کچھ گھانس، کچھ پتے لے کے آیا اور لاکر وہاں ڈال دیا، سب بندر اٹھے، انہوں نے روٹیاں بھی کھالیں، وہ گھانس بھی کھالی، اس طرح وہ زہر کا تریاق تھا جوان کو معلوم تھا، وہ اپنا تریاق لے آئے اور لاکر کے روٹی بھی کھالی، پیٹ بھی بھر لیا، اور ضرر سے بھی بچ گئے۔

اب آپ کو NEP کے تحت بچوں کو پڑھانا بھی ہے اور کوئی تریاق لانا بھی ہے کہ اس کے زہر سے اپنے بچوں کو بچائیں، بندر اگر تریاق لاسکتا ہے تو انسان کیوں نہیں لاسکتا، بچہ جب ناظرہ تین سال میں پڑھ لے گا تو اس وقت تک گیارہ برس کا ہوجائے گا، اس کے بعد حفظ میں جائے گا پورا حفظ تین سال میں کرے گا، اور اس تین سال کے دوران دو دو سبجیکٹ کر کے یہ ساتویں جماعت مکمل پڑھ لے گا، کیوں کہ حفظ میں زیادہ ٹائم قرآن کے لئے دینا پڑتا ہے، اور جب حافظ ہوجائے گا تب تک یہ تیرہ یا چودہ برس کا یا زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کا ہوگا، عالمیت میں اس کا داخلہ ہوجائے گا، تو اس کو عالمیت اول میں 8th دوم میں 9th اور سوم میں 10th پڑھایا جائے گا، اور اس کے ساتھ عالمیت کی کتابیں بھی پڑھائی جاتی رہیں گی، تو یہ نظام الحمدللہ یہاں پر چل رہا ہے۔

بالکل چھوٹے بچوں کو لے کر ہم انہیں ناظرہ اس طرز پر پڑھانا چاہتے ہیں، یہ نظام الحمدللہ چل رہا ہے، اور آگے عالمیت میں بھی چل رہا ہے جن چھوٹے بچوں نے آپ کے سامنے کچھ اپنا مظاہرہ کیا ہے، یہ عالمیت میں اعدادیہ، اول، دوم، کے طلبہ ہیں، اُن کے لئے آٹھ گھنٹیاں ہیں: چار گھنٹیاں دینی علوم کے واسطے ہیں اور چار گھنٹیاں عصری علوم کے واسطے ہیں، جو ماسٹرس الحمدللہ ہمارے پاس پڑھا رہے ہیں اور جو ان کے صدر اور ذمہ دار ہیں جن کا بچوں نے اختتام پر شکریہ ادا کیا، ماسٹر حفیظ صاحب، مفتی احسان صاحب ہیں، اور دفتر تعلیمات اور عصری تعلیم کے ذمہ داران، ان سب نے مل کر اس پر توجہ دی ہے اور اس کے نتیجہ میں الحمدللہ گذشتہ تین سالوں سے ہر سال جو بچے 10th کا ریگولر اگزام لکھ رہے ہیں اس کو کامیاب بھی کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی دینی تعلیم میں آگے بڑھتے جارہے ہیں، سردست ہم نے 10th تک کے لئے یہ نظام رکھا ہے کیوں کہ ابھی 10th کی مانگ ہے، جب NEP کا نفاذ ہوکر بارہویں کی مانگ کی جائے گی تو ان شاء اللہ چہارم اور پنجم میں بارھویں تک بھی بچہ کو پہنچائیں گے، یہ سب اس لئے کہ اگر یہ نہیں کریں گے تو ہماری مذہبی تعلیم بھی مشکل ہوجائے گی، ہمیں اس کو ڈھال بنا کر استعمال کرنا ہے۔

ابھی حفظ کا نظام ہمارا شروع نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ دو سال والے بچے تیسرے سال کے بعد حفظ میں جائیں گے تو ساتویں کا بھی ان شاء اللہ بہتر نظم بن کر یہ پوری چین نیچے سے اوپر تک چلی گی، یعنی یوں سمجھئے کہ قاعدہ میں داخلہ لے کر وہ اول جماعت میں بھی داخلہ لے گا اور پنجم میں ان شاء اللہ بارہویں بھی پڑھے گا اور

عالمیت کی پنجم کا بھی امتحان دے گا۔ہم پرعزم ہیں، باحوصلہ ہیں، کرنے کے لئے بہت کچھ کام سوچتے ہیں، جگہ کم ہے، بچوں کو بٹھانے، کلاس میں پڑھانے کی تک جگہ نہیں ہے، پردے باندھ کر، پارٹیشن دے کر کسی بھی طریقہ سے جیسے ممکن ہے ہم ایک نیا نظامِ تعلیم متعارف کرانے میں سنجیدہ ہیں اور یہ سب ملت کے حق میں کر رہے ہیں، ہم اپنے بڑوں کے، اپنے اکابر اور بزرگوں کے ہرگز خلاف نہیں ہیں۔

یہ ہمارے اکابر کا بھی سوزِ دل ہے

یہ جو بات آج ہم آپ کو مدرسہ کے سلسلہ میں بتا رہے ہیں، یہ درد علامہ یوسف بنوری اور مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے سینہ میں بھی تھا، اور یہ درد بڑے بڑے اکابر علماء کے ذہنوں میں تھا کہ نظام بدلنا چاہئے، نظام بدلنا چاہئے؛ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی روایت پسند ہوجاتا ہے اور پھر وہ کسی بڑے سے بڑے محسن کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ خدا کرے کہ یہاں جو مدرسے والے ہیں ان کی سمجھ میں یہ بات آئے اور خدا کرے کہ وہ زمانہ کے حالات کو سمجھ لیں، مشکلات کو سمجھ لیں، نہ مشکلات سے گھبرائیں اور نہ حالات سے ڈریں؛ بلکہ تریاق لائیں؛ مگر اب ایسا لگ رہا ہے ۔

تا تریاق از عراق آوردہ شود
مار گزیدہ مردہ شود

ایک نسل کو کھونے کے بعد شاید ہم کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں گے، الامان الحفیظ۔

میں شکرگذار ہوں ہمارے تمام اساتذہ کا جو دینی تعلیم پر محنت کر رہے ہیں، ان تمام اساتذہ کا جو عصری تعلیم پر محنت کر رہے ہیں اور ان تمام اساتذہ کا جو قرآن مجید کی تجوید و تحفیظ پر محنت کر رہے ہیں، ہمارے منتظمین کا، ہمارے ٹرسٹیز کا، ہمارے معاونین کا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا یہ قافلہ اسی طریقہ سے سرگرمِ عمل رہے، حوصلہ نہ ہارے، آگے بڑھتا رہے، دنیا ہمارے لئے زہر لاتی رہے، اور ہم اس کا تریاق نکالتے رہیں اور ہمارے نبی کی امت کو زندہ رکھیں۔

اللہ پاک اس کی توفیق بھی دے، اللہ پاک اس کے وسائل بھی دے، اللہ پاک اس کی ہمت بھی دے، اللہ پاک اس کی سمجھ بھی دے، آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

گوشہ سیرت

قرآن تو خود آپ پر اترا ہے، میں آپ کو کیسے سناؤں؟

از: مولانا محمد الیاس محی الدین ندوی بھٹکلی*

یوں تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح شام اٹھتے بیٹھتے قرآن مجید کی آیات تلاوت فرماتے لیکن آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جی چاہا کہ اللہ کے اس پاکیزہ کلام کو اپنے کسی صحابی کی زبانی سنیں۔

آپ کے جانثاروں میں عبداللہ بن مسعودؓ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو اپنی حسنِ قرأت کی وجہ سے صحابہؓ کی جماعت میں رشک کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، وہ بہت ہی خوبصورت اور مؤثر انداز میں تلاوت فرماتے تھے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج ان سے ہی درخواست کی کہ وہ آپ کو قرآن پاک سنائیں، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ غیر متوقع درخواست سن کر وہ کہنے لگے:۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قرآن تو خود آپ پر اترا ہے، میں آپ کو کیسے سناؤں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔نہیں، میں دوسروں سے اسے سننا چاہتا ہوں اور یہ مجھے اچھا لگتا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس فرمائش پر عبداللہ بن مسعودؓ نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی، جب وہ اس آیت پر پہنچے کہ ہم حساب کے دن ہر قوم سے ایک گواہ لائیں گے اور ان تمام گواہوں پر آپ کو گواہ بنائیں گے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ابن مسعودؓ! بس کرو۔

اس کے بعد ابن مسعودؓ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روز قیامت ملنے والے اس اعزاز پر بے اختیار آنسو جاری تھے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر: ۴۵۸۲)

(ماخوذ از: مجالس نبوی ص ۱۴۹)

* استاذِ تفسیر و حدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت تماضر بنت الاصبغ رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب:

حضرت تماضر بنت الاصبغ قبیلۂ بنو کلب کے سردار اصبغ بن عمرو بن ثعلبہ کلبی کی بیٹی ،عظیم المرتبت صحابیہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی زوجہ محترمہ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی والدہ محترمہ ہیں۔ ابو سلمہ اکابر تابعین میں سے ہیں، اور مدینہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں۔

آپ کا سلسلۂ نسب کچھ اس طرح ہے: تماضر بنت اصبغ بن عمرو بن ثعلبہ بن حضر بن ضمضم بن عدی بن جناب بن ہبل کلبی ،آپ کی والدہ جویریہ بنت وبرہ بن رومانس ہیں، جو آل کنان بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن فریدہ کلبی سے تعلق رکھتی ہیں۔ دمشق کے اطراف واکناف میں واقع دومۃ الجندل کے علاقے سے تعلق رکھتی ہیں۔

نکاح اور قبول اسلام

ان کے قبول اسلام کا واقعہ دراصل یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو دومۃ الجندل روانہ فرمایا اور ان سے کہہ دیا کہ وہ قوم اگر مطیع ہوجائے تو ان کے سردار کی لڑکی سے تم نکاح کرلینا۔

چنانچہ تاریخ دمشق میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو دومۃ الجندل روانہ فرمایا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ لشکر سے کچھ پیچھے رہ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی صبح ہوگئی ، انہوں نے سر پر کالا عمامہ باندھا ہوا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ: تم اپنے دیگر ساتھیوں سے پیچھے کیوں رہ گئے؟ کہا کہ: میری یہ تمنا تھی کہ ان میں سے میں سب اخیر میں آپ سے جدا ہونے والا میں ہوں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بٹھایا اور ان کا عمامہ کو کھولا، خود اپنے ہاتھوں سے عمامہ باندھا، اس عمامہ کو ان کے کاندھوں کے درمیان ایک بالشت لٹکا دیا، پھر فرمایا: ابن عوفؓ! اس طرح عمامہ پہنا جاتا ہے،

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دارالعلوم دیودرگ

جاؤ، اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں کافروں سے قتال کرو، بلند جگہ میں تکبیر (اللہ اکبر) کہنا، اونچائی پر چڑھتے ہوئے تہلیل (لا إله الا الله) کہنا، کسی نیچے جگہ اترو تو الحمد اللہ اور استغفار پڑھنا، مجھ پر درود شریف بھی پڑھتے رہنا، اللہ عزوجل تمہارے ہی ہاتھوں فتح نصیب کریں گے، اگر اللہ عزوجل تمہارے ہاتھوں فتح نصیب کریں تو ان کے باشادہ کی بیٹی سے نکاح کر لینا، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''شریفھم'' ان کے شریف شخص کی بیٹی سے نکاح کر لینا، اصبغ بن ثعلبہ ان کے سردار اور شرفاء میں تھے، چنانچہ یہ تمام قوم مسلمان ہوگئی، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کے سردار کی بیٹی تماضر بنت الاصبغ سے نکاح کر لیا، نہایت حسین وجمیل خاتون تھی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کو مدینہ لے کر آئے، قبیلۂ قریش کے لوگوں کو ان کا حسن وجمال نہایت پسند تھا، وہ لوگ بعد میں حضرت تماضر رضی اللہ عنہا سے اُن کے قبیلے میں نکاح کے لئے رہنمائی طلب کرتے تو حضرت تماضر رضی اللہ عنہا اپنے بھانجیوں اور بھتیجیوں سے نکاح کے سلسلے میں رہنمائی فرمایا کرتیں ''فلما قدم بها المدينة رغب القرشيون فى جمالها، فجعلوا يسترشدونها فترشدهم إلى بنات أخواتها وبنات إخوتها''۔ حضرت تماضر بنت اصبغ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون تھیں جن سے کسی قریشی نے پہلی دفعہ نکاح کیا۔ (تاریخ دمشق، ابن عساکر: ۶۹/۸۰، دار الفکر للطباعۃ والنشر، سن طبع، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۵)

اولاد

حضرت تماضر بنت اصبغ رضی اللہ عنہا کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ایک لڑکے تھا، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، جو عظیم المرتبت تابعی اور فقیہ ہیں اور ان کا شمار مدینہ منورہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طلاق

حضرت تماضر رضی اللہ عنہا سخت مزاج تھیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں دو طلاقین دے دی تھیں، پھر جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو دونوں میاں بیوی کے درمیان تلخ کلامی ہوئی، اور آپس میں جھگڑا ہوگیا، اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے تماضر رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا: اگر تم مجھ سے طلاق مانگو گی تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا، وہ بولیں، میں طلاق مانگتی ہوں، فرمایا: اچھا تم جب حیض سے پاک ہو کر غسل کر لو تو مجھے خبر کر دینا، انہوں نے حیض سے پاکی کا غسل کرنے کے بعد عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دینے کے لئے اپنی ایک قاصدہ کو بھیجا، وہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کسی آدمی کے پاس سے گذری، انہوں نے سوچا کہ یہ اسی مقصد کے لئے آئی ہے، بلا کر دریافت کیا کدھر جا رہی ہو؟ اس نے کہا: مجھے تماضر رضی اللہ عنہا نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ہے کہ میں خبر کر دوں کہ وہ حیض

سے پاک ہوگئیں ہیں، بولے: تماضرؓ سے جا کر کہہ دو کہ ایسا نہ کریں! کیوں کہ عبدالرحمٰنؓ اپنی قسم توڑنے والے نہیں ہیں، قاصدہ نے واپس جا کر اطلاع دی، تماضرؓ بولیں کہ اللہ کی قسم! میں بھی اپنی قسم توڑنے والی نہیں، جاؤ اور عبدالرحمٰنؓ کو خبر کر دو، چنانچہ قاصدہ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اس اطلاع دی، آپؓ نے تماضرؓ کو طلاق دے دی۔ ’’قال: ارجعي إليها فقولي لها: لا تفعلي فوالله ما كان ليرد قسمه فرجعت إليها، فقالت لها فقالت: انا والله لاأرد قسمي أبداً اذهبي إليه فأعلميه، فذهبت إليه ، فأعلمته فطلقها‘‘ (الطبقات الکبری لابن سعد: ۲۹۹/۸، دار صادر، بیروت)۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تماضرؓ کو طلاق دینے کے بعد انہیں متعہ میں ایک سیاہ فام لونڈی دی (حوالہ بالا) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان کو وراثت میں سے حصہ دینے سے انکار کر دیا، یہ معاملہ حضرت عثمان غنیؓ کی عدالت میں پہنچا تو انہوں نے تماضر کلبیہ کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ورثہ میں آٹھویں حصہ کا وراث بنایا۔ ’’فورثها عثمان منه بعد انقضاء العدة‘‘ انہوں نے تماضر کو دو طلاقیں دے دی تھیں یہ تیسری طلاق تھی ’’وكان طلقها في مرضه تطليقة، وكانت آخر طلاقها‘‘ (حوالہ بالا)۔

حضرت زبیرؓ سے نکاح اور طلاق

پھر اس کے بعد انہوں نے حضرت زبیر بن عوامؓ سے نکاح کیا، مگر صرف سات دنوں کے بعد انہوں نے ان کو طلاق دے دی، عمرو بن ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنے والد ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؓ سے نقل کرتے ہیں اُن کی دادی تماضرؓ سے کہ (جب زبیرؓ نے نکاح سے سات دن کے بعد طلاق دے دی تو) تماضرؓ عورتوں سے کہا کرتیں کہ: جب تم میں سے کوئی نکاح کرے تو تمہیں اپنے شوہر کے پاس سات دن دھوکہ میں مبتلا نہ کریں، کیوں زبیرؓ نے مجھے سات دن کے بعد طلاق دے دی تھی ’’فتقول للنساء، إذا تزوجت إحداكن فلايغرنكن السبع بعد ما صنع بي الزبير‘‘

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، تماضر بنت الاصبغ: ۵۶/۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن طباعت: ۱۴۱۵ھ)

وفات

ارباب سیر نے ان کے سن وفات کی صراحت نہیں کی، البتہ مختلف روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک حیات رہی۔

تذکارِ صحابہؓ

حضرت عامرؓ بن فہیرہ

از: مولانا محمد عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

حضرت عامرؓ بن فہیرہ کا شمار بھی قدیم الاسلام صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے؛ جنہیں بارگاہ ایزدی سے السابقون الاولون کا خطاب ملا اور جنہوں نے اسلام لانے کی پاداش میں ہر ظلم وستم گوارا کیا؛ مگر عقیدۂ توحید سے سر مو انحراف نہیں کیا۔ مؤرخین کے مطابق اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے والے صاحبِ عزیمت اصحاب میں آپ کا نمبر انتالیسواں یا تینتالیسواں ہے۔ حضرت عامر بن فہیرہؓ ظاہری صورت کے لحاظ سے گو سیاہ فام حبشی تھے، نیز زندگی کا بڑا حصہ ستم پیشہ آقاؤں کی غلامی میں بسر ہوا تھا، لیکن فطری جوہر اخلاق ان ظاہری آرائشوں کا محتاج نہیں ہوتا، وہ غریبی اور امیری، خوب صورتی اور بدنمائی، خوش عیشی اور خستہ حالی میں یکساں طور پر اپنی چمک دکھاتا ہے، انھوں نے گوناگوں مصائب ومظالم کے مقابلہ میں جس طرح استقلال و استقامت کا اظہار فرمایا وہ یقیناً ان کے دستارِ فضیلت کا خوش نما طرّہ ہے۔ مزید برآں رسول اللہ ﷺ نے نازک سے نازک موقع پر ان کو اپنا معتمد علیہ بنایا ہے اور غیر معمولی تعلق کا اظہار کیا ہے۔

مختصر حالات اور دولت ایمان:

حضرت عامرؓ نبی اکرم ﷺ کے دار ارقمؓ تشریف لے جانے سے پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ امُ المومنین سیدہ عائشہؓ کے اخیافی بھائی طفیل بن عبداللہ ازدی کے غلام تھے۔ ام رومان ان دونوں کی والدہ تھیں۔ مملوک ہونے اور مستضعفین اہل ایمان میں شامل ہونے کی وجہ سے مشرکوں نے عامرؓ پر بہت ظلم ڈھائے؛ لیکن وہ ایمان پر ثابت قدم رہے۔ آخر کار سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور وہ ان کی بھیڑ بکریاں چرانے لگے۔ عامرؓ بن فہیرہ ساتویں غلام تھے جنہیں ابوبکرؓ نے خود خرید کر اللہ کی رضا جوئی کے لیے آزاد کیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ فہیرہ عامرؓ کی والدہ کا نام تھا۔ مولیٰ کا لفظ غلام آزاد کرنے والے آقا اور آزاد شدہ غلام دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، ان کے باہمی تعلق کو موالات کا نام دیا جاتا ہے۔ عرب کا دستور ہے کہ آزاد شدہ کو اپنے مولا کے قبیلے کا رکن سمجھ کر اسی سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ اسی نسبت موالات سے عامرؓ تیمی کہلاتے ہیں کیوں کہ حضرت ابوبکرؓ کا تعلق بنو تیم سے تھا۔ (اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ: ۳/۱۶۴)

---

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

ہجرت مدینہ:

اللہ کے آخری نبی ﷺ اور اہل ایمان پر آبائی شہر مکہ تنگ پڑ گیا تو اللہ کی طرف سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا اذن ہوا۔ پہلے مصعبؓ، ابن ام مکتومؓ، عمارؓ، سعدؓ، ابن مسعودؓ، بلالؓ اور عمرؓ پہنچے۔ پھر نبی ﷺ نے قصد فرمایا، ابوبکرؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔مشرکین کے تعاقب سے محفوظ رہنے کے لیے آپ ﷺ مکہ کے باہر واقع غارِ ثور میں چھپ گئے۔حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہا، مکہ میں رہ کر دن بھر ان کے بارے میں کی جانے والی باتیں سنے اور رات کو انہیں آ کر بتایا کرے۔انہوں نے اپنے آزاد کردہ عامرؓ بن فہیرہ کو بھی حکم دیا کہ رات کے وقت بکریاں ان کے پاس لے آیا کرے۔ابوبکرؓ اور آپ ﷺ نے غار میں تین دن قیام کیا۔اس دوران میں عامرؓ کا یہ معمول رہا کہ دن کے وقت دوسرے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتے اور رات کے اندھیرے میں جبل ثور پر لے آتے۔ابوبکرؓ اور آپ ﷺ بکریوں کا دودھ دوہ کر پی لیتے۔یہ روایت بھی موجود ہے کہ ان دنوں میں آپ ﷺ کی غذا یہی رہی تاہم صحیح یہی ہے کہ اسماءؓ بنت ابوبکرؓ نے گھر سے کھانا پکا کر پہنچایا۔ابن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے بکری ذبح کر کے اس کا گوشت بھی کھایا۔عبداللہؓ بن ابوبکرؓ نبی ﷺ اور اپنے والد ابوبکرؓ کو مل کر منہ اندھیرے لوٹتے تو عامرؓ بن فہیرہ ان کے پیچھے اپنا ریوڑ لے کر چل پڑتے۔اس طرح ان کے نقش ہائے قدم مٹ جاتے اور کسی کھوجی کے لیے ان کے رات کے سفر کا سراغ لگانا ممکن نہ رہتا۔تین دن گزر گئے تو مکہ کے لوگ آپ ﷺ کا کھوج لگاتے تھک گئے۔تب بنوعبد بن عدی کی شاخ بنودئل کا غیر مسلم ماہر گائیڈ عبداللہ بن ارقط (یا اریقط) دو اونٹنیاں لے کر پہنچا۔ان کی قیمت ابوبکرؓ ادا کر چکے تھے لیکن آپ ﷺ نے ان سے اپنی اونٹنی کے دام طے کر کے بیع مکمل کی تب اس پر سوار ہوئے۔دوسری اونٹنی ابوبکرؓ کے لیے تھی، انہوں نے عامرؓ کو پیچھے بٹھا لیا۔عامرؓ نے آپ ﷺ ہی کے ساتھ ہجرت کی اور راستہ بھر آپ ﷺ کی خدمت کرتے رہے۔پیر ۴/ربیع الاول کو آپ ﷺ غار سے نکلے، عبداللہ بن اریقط آپ ﷺ کو مدینہ جانے والے عام راستے کی بجائے ساحل سمندر کے پاس والے رستے سے لے کر گیا۔(بخاری: ۳۹۰۵) اگلے دن جب آپ ﷺ زیریں مکہ کے ساحل کی طرف نکل آئے تھے، مشرکین کے اعلان کردہ سو اونٹوں کا انعام پانے کی حرص میں بنومدلج کے سردار سراقہ بن مالک بن جعشم نے تعاقب کرتے ہوئے آپ ﷺ کو آن لیا۔پاس پہنچ کر اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اس کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔یہ اس کی گھر سے نکلنے کے بعد چوتھی لغزش تھی۔سراقہ نے گھوڑے کو مارا، پچکارا۔اس کے پاؤں کسی طور باہر نہ نکلے تو 'امان'، 'امان' پکارا۔امان ملنے پر بدلے میں اس نے

اپنا تمام مال ومتاع آپ ﷺ کو دینے کی پیش کش کی، آپؐ نے قبول نہ کی۔ اس نے آپ ﷺ کو قریش کی تدبیروں سے بھی آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے اتنا فرمایا کہ ہمارا سفر مخفی رکھنا پھر سراقہ کی التجا پر دعا فرمائی کہ گھوڑا زمین سے چھوٹ جائے۔ آخر میں سراقہ نے درخواست کی کہ اسے پروانۂ امن لکھ دیا جائے۔ عامرؓ بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر دستاویز امان لکھی تو وہ لوٹ گیا۔ (بخاری: ۳۹۰۶)

سفر ہجرت کی پہلی منزل قبا میں بنوعمرو بن عوف کا محلہ تھا جہاں رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ اور عامرؓ بن فہیرہ نے تین دن (یا اس سے کچھ زیادہ) قیام کیا۔ مدینہ پہنچ کر عامرؓ بن فہیرہ سعدؓ بن خیثمہ کے مہمان ہوئے۔ نبی ﷺ نے عامرؓ اور اوسؓ بن معاذ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔

مدینہ کو بخاروں کی سرزمین کہا جاتا تھا۔ عامرؓ بن فہیرہ مدینہ پہنچے تو اس نئے شہر کی بدلی ہوئی آب وہوا نے ان پر بھی اثر کیا۔ انہیں بخار نے آن لیا، ابوبکرؓ اور بلالؓ کو بھی ان کے ساتھ بخار چڑھا۔ یہ سب ایک ہی گھر میں مقیم تھے۔ سیدہ عائشہؓ اپنے والد کی تیمارداری کے لیے آئیں تو عامرؓ کی خیریت بھی دریافت کی، جس پر انہوں نے چند اشعار کہے اور بدحالی کا ذکر کیا۔ جب حضرت عائشہؓ واپس لوٹی تو انہوں نے نبی ﷺ کو بتایا کہ آپ ﷺ کے صحابہؓ بخار کی وجہ سے ہذیانی کیفیت میں ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے دعا فرمائی، ''اے اللہ! مدینہ ہمارے لیے محبوب بنا دے، ہم اس سے مکہ جیسی یا اس سے بڑھ کر محبت کریں۔ اسے ہماری صحت کا باعث بنا دے۔ اس کے پیمانوں، صاع (سیر اور پاؤ) ومُد (تولہ وماشہ) میں برکت ڈال دے اور اس کے بخار کو جحفہ (یا مہیعہ: شام کی طرف جانے والے راستے پر واقع مقام) منتقل کر دے۔'' (بخاری: ۱۸۸۹، مسلم: ۳۳۲۱)

غزوات وسرایا میں شرکت:

آپؓ غزوۂ بدر وغزوہ احد میں شریک تھے، بل کہ جمادی الثانی ۲ھ میں جنگ بدر سے کچھ پہلے رسول اللہ ﷺ نے قریش کی سرگرمیوں کی خبر لینے کے لیے عبداللہؓ بن جحش کی سربراہی میں آٹھ (یا بارہ) مہاجرین پر مشتمل ایک سریہ روانہ فرمایا۔ اسے سریہ عبداللہؓ بن جحش کہا جاتا ہے۔ عمارؓ بن یاسرؓ، ابوحذیفہؓ بن عتبہ، سعدؓ بن ابی وقاص، عتبہؓ بن غزوان، سہیلؓ بن بیضا، عامرؓ بن فہیرہ اور واقدؓ بن عبداللہ اس میں شامل تھے۔ آپ ﷺ نے ابن جحشؓ کو ایک خط دیا اور ہدایت فرمائی، اسے دو دن کے سفر کے بعد وادیٔ ملل پہنچ کر کھولنا۔ انہوں نے جب خط کھولا تو لکھا پایا، سفر جاری رکھ کر مکہ وطائف کے مابین واقع وادیٔ نخلہ پہنچو۔ عبداللہؓ بن جحش نے ساتھیوں سے کہا، جو شہادت کا متمنی ہے، آگے چلے اور وصیت کرتا جائے۔ بحران کے مقام پر سعدؓ بن ابی وقاص اور عتبہؓ کی مشترکہ سواری کھو گئی تھی، وہ اسے ڈھونڈنے نکل گئے۔ ابن جحشؓ باقی افراد کو لے کر نخلہ پہنچے۔

کِشمش، کھالیں اور دوسرا سامان تجارت لے کر قریش کا قافلہ وہاں سے گزرا تو انہوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ واقدؓ بن عبداللہ نے تیر مار کر قافلے کے سردار عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو قید کر لیا۔ مغیرہ بن عثمان فرار ہو گیا۔ یہ اسلامی تاریخ کا پہلا مقتول، پہلا قیدی اور اولیں مالِ غنیمت تھا۔ پہلے امیر جیش اسلامی عبداللہؓ بن جحش نے دور اسلامی میں حاصل ہونے والے پہلے مالِ غنیمت کی اپنے تئیں تقسیم کر کے پانچواں حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رکھ لیا حالانکہ خمس کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں، عمرو بن حضرمی کے قتل سے قریش کو اس قدر دھچکا لگا کہ یہ جنگ بدر کا ایک سبب بن گیا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد)

سانحہ بیر معونہ اور المناک شہادت:

۴ھ کے آغاز میں وسطی عرب کے قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کا ایک معزز سردار ابو براعامر بن مالک مدینہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحفہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہم کسی مشرک سے تحفہ نہیں لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے رد کی نہ قبول تاہم یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت خوب ہے، اس کی اشاعت کے لیے اپنے کسی صحابیؓ کو اہل نجد کی طرف روانہ کریں۔ امید ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ آپؐ نے فرمایا، مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی انہیں نقصان پہنچائیں گے۔ ابو برا نے کہا، ان کی طرف سے میں پناہ دیتا ہوں۔ تب صفر کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر صحابہؓ کے ایک وفد کو کوہ احد سے رخصت کیا۔ اس کے ارکان میں اصحاب صفہ کی اکثریت تھی، انہیں قرا کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ دن بھر لکڑیاں چنتے، انہیں بیچ کر اپنا اور ساتھیوں کا پیٹ بھرتے، (مسجد کا پانی بھرتے) اور رات کو (تلاوت کرتے اور) نوافل ادا کرتے۔ (بخاری: ۴۰۹۰) منذرؓ بن عمرو انصاری، حارثؓ بن صمہ، حرامؓ بن ملحان، عروہؓ بن اسما، نافعؓ بن بدیل اور عامرؓ بن فہیرہ اس میں شامل تھے۔ منذرؓ شہادت کی بہت آرزو رکھتے تھے۔ تبلیغی وفد بیر معونہ پہنچا اور یہاں ایک غار میں قیام کا ارادہ کیا۔ یہ کنواں بنو سلیم کی ملکیت تھا اور بنو عامر کی سرزمین اور بنو سُلیم کی زمین سنگلاخ کے مابین واقع تھا۔ پھر اپنے ساتھی حرامؓ بن ملحان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط دے کر بنو عامر کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ یہ ابو برا کا بھتیجا تھا۔ عامر نے نامۂ رسول پڑھنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد اور ماموں حرامؓ پر تیر پھینکا (یا عقب سے نیزہ مارا) اور شہید کر ڈالا۔ حرامؓ شدید زخمی ہو گئے، مرنے سے پہلے نعرہ بلند کیا، اللہ اکبر! فزت و رب الکعبۃ! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ (بخاری: ۴۰۹۲) انہیں قتل کرنے کے بعد عامر بن طفیل نے مبلغین اسلام کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے اپنے قبیلے بنو عامر بن صعصعہ کے لوگوں کو پکارا؛ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا، ہم تمہارے چچا ابو برا کا پیمان نہیں توڑ سکتے، انہوں نے

مسلمانوں کو پناہ دے رکھی ہے۔تب اس نے ہمسایہ قبیلہ بنوسُلیم کی شاخوں عصیہ، رعل اور ذکوان کو بلالیا۔سب اکٹھے ہوکر باہر نکل آئے اور مسلمانوں کو گھیر لیا۔وہ تلواریں نکال کر آرام گاہوں سے نکل آئے ؛لیکن چند مسلمان ایک بڑی فوج کا مقابلہ نہ کرسکے۔ایک صحابی کعبؓ بن زید انصاری کے سوا سب نے جام شہادت نوش کیا۔کعبؓ بھی شدید زخمی تھے اور کافروں کے زعم میں جان دے بیٹھے تھے تاہم انہوں نے موت کے منہ سے نکل کر نئی زندگی پائی اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔اتفاق کی بات ہے کہ وفد کے دو رکن عمروؓ بن امیہ ضمری اور منذرؓ بن محمد انصاری اونٹوں کو چرانے نکلے ہوئے تھے۔جب انہوں نے وفد کی قیام گاہ پر چیلوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا تو واپس لپکے۔قریب پہنچ کر دیکھا کہ ان کے سارے ساتھی شہید کر دیے گئے ہیں،ان کے لاشے بکھرے پڑے ہیں اور حملہ آور گھڑسوار ابھی وہیں کھڑے ہیں۔جوش غیرت میں یہ حملہ آوروں پر پل پڑے۔شہادت کے متمنی منذرؓ بن محمد نے اپنے ہم نام منذرؓ بن عمرو کی طرح مراد پائی جب کہ عمروؓ بن امیہ کو گرفتار کرلیا گیا۔بعد میں عامر نے پیشانی کے بال کاٹ کرانہیں رہا کر دیا۔

بیرِ معونہ کے سانحہ میں بڑے بڑے صاحب فضیلت، حفاظ وقرا اصحابؓ نے جام شہادت نوش کیا۔انہی میں سے ایک عامرؓ بن فہیرہ تھے۔مشہور ہے کہ کشت وخون کے بعد ان کا جسد خاکی نہ ملا۔ان کے قاتل جبار بن سلمی کلابی کا بیان ہے،میں نے عامرؓ کو نیزہ مارا تو کسی نے ان کی نعش اچک لی پھر میرے دیکھتے دیکھتے آسمان کی طرف بلند ہوگئی اور زمین پر سراغ تک نہ رہا۔تب یہ روایت عام ہوگئی کہ عامرؓ کو فرشتے لے گئے اور ان کی میت کی تدفین انہوں ہی نے کی۔'طبقات ابن سعد' میں مذکور اس روایت کو عروہ بن زبیرؓ نے سیدہ عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔اس ضمن میں سب سے معتبر روایت صحیح بخاری کی ہے،جب بیر معونہ کے شہدا کی شہادت ہو چکی اور عمروؓ بن امیہ ضمری عامر بن طفیل کی قید میں آئے تو اس نے شہدا کی میتوں کے بیچ ایک میت کی طرف اشارہ کر کے پوچھا، یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا، عامرؓ بن فہیرہ۔تب عامر بن طفیل نے کہا، میں نے اس کو قتل کے بعد آسمان کی طرف بلند ہوتے دیکھا حتی کہ اسے آسمان وزمین کے بیچ معلق دیکھتا رہا پھر یہ نعش واپس زمین پر رکھ دی گئی۔ (بخاری: ۴۰۹۳) جبارؓ بن سلمی مزید کہتے ہیں، میں اس مشاہدے کے بعد قبول اسلام پر آمادہ ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک سانحۂ بیر معونہ اور اس سے کچھ دن پہلے واقع ہونے والے اسی قسم کے حادثۂ فاجعہ یوم رجیع کے شہدا کے قاتلوں کے لیے فجر کی نماز میں قرآت کرنے کے بعد رکوع سے پہلے رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان کا نام لے کر بددعا فرماتے رہے۔یہ قنوت نازلہ کی ابتدا تھی۔ (بخاری: ۴۰۹۰) طبرانی نے دعا کے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں: اللھم اکفنی عامرا، اے اللہ! عامر کا میری طرف سے بدلہ لے لے۔

گوشۂ رمضان

ماہ رمضان اور صحابۂ کرام کے معمولات

قاضی محمد فیاض عالم قاسمی*

حضورِ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کے بعد آپ ﷺ کے جاں نثار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیات طیبہ ہمارے لئے عمدہ نمونہ اور بہترین مشعل راہ ہے۔ یہ لوگ دین کو سمجھنے والے اور پھیلانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ایک ایک حکم پر سر تسلیم خم کرنے والے ہیں، آنحضرت ﷺ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک سنت پر مر مٹنے والے ہیں، انہوں نے کہہ کر نہیں، بلکہ عمل کر کے بھی دکھایا ہے، حضور ﷺ کی یہی وہ مقدس اور پاکیزہ جماعت ہے جنہیں دُنیا ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رضا وخوشنودی کی سند عطا کی ہے۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ ان کے ایمان واعمال کو صحیح اور درست کا معیار بنایا ہے۔ اس لئے آیئے دیکھتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں صحابہ کرامؓ کے کیا معمولات تھے؟

صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ رمضان المبارک کے مہینے کی آمد سے پہلے ہی اپنے معمولات کو ترتیب دے دیا کرتے تھے۔ جس میں روزہ، قیام اللیل یعنی تہجد وتراویح، تلاوت قرآن کریم اور صدقہ وخیرات ہوتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کے روزے:

صحابہ کرامؓ خوش دلی سے روزہ رکھا کرتے تھے، حتیٰ کہ سفر اور جنگ کے دوران بھی روزہ رکھتے تھے، گرمی کی تمازت بھی ان کے روزے میں حائل نہیں ہوتی تھی۔

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپؓ روزہ کی حالت میں گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے کپڑا بھگو کر اپنے اوپر ڈال رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

یہی وجہ ہے کہ ان کا روزہ کامل و مکمل ہوتا تھا، روزے کے مقاصد میں وہ کھرے اترتے تھے، وہ روزے کے فوائد سے بھرپور فائدہ اٹھاتے تھے، ان کی نمازیں قابل رشک ہوتی تھیں، تلاوتِ قرآن کریم بھی دلوں کو نرم اور گرم کرنے والی ہوتی تھی۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزے دار ایسے

* قاضی شریعت دار القضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، ممبئی

ہیں جن کو بھوک و پیاس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور بہت سے راتوں میں نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جنھیں رات جاگنے کے سوا کچھ نہیں ملتا، کیوں کہ انھوں نے روزے کا حق ادا نہیں کیا ہوا ہوتا ہے۔

روزہ کا حق یہ ہے کہ لایعنی باتوں سے بچا جائے، آنکھ، ناک، کان، زبان اور دل و دماغ کو گناہوں سے پاک رکھا جائے۔ اور انھیں اللہ کی یاد میں مشغول رکھا جائے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو گناہوں کی بات نہ کیا کرے، نہ کسی کو گالی دے، اور نہ کسی کے ساتھ الجھے، اگر تمہارے ساتھ کوئی ایسا کرتا ہے کہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''جب تم روزہ رکھو تو جتنا ہو سکے لایعنی باتوں سے بچو''۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: 8878)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری زبان جھوٹ اور گناہوں سے روزہ رکھیں۔ خادم کو تکلیف دینے سے باز رہو، اور تم پر وقار اور سکینت ہو۔ تم اپنے روزے اور اپنے غیر روزے کے دن کو یکساں مت بناؤ''۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: 8880)

دنیاوی خرافات سے بچنے کے خاطر بعض صحابہ کرامؓ روزہ کی حالت میں مسجد ہی میں رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں روایتوں میں آتا ہے کہ جب روزہ رکھتے تو مسجد میں رہتے تھے'' (النہایۃ فی غریب الحدیث: مادہ: ذرب، مصنف ابن ابی شیبۃ: 8881)

فقراء اور مہمانوں کی دعوت:

روزہ کا پورا حق ادا کرنے کے علاوہ صحابہ کرامؓ رمضان میں اپنے مالوں کا بھی پورا حق ادا کیا کرتے تھے، زکوٰۃ کے علاوہ صدقات و خیرات کی بھی کثرت کرتے تھے، غریب و مسکین اور اپنے دوست و احباب پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے، ان کی دعوت کیا کرتے تھے، سحری اور افطاری کا انتظام کرتے تھے۔ اصحابِ صفہ جو مسلمانوں میں معاشی لحاظ سے کمزور لوگ تھے اور مسجد نبوی میں بسیرا کرتے تھے۔ انھیں کھانا کھلاتے تھے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جب رمضان کا مہینہ آیا تو ہم صفہ میں تھے۔ ہم نے روزہ رکھا، جب افطار کا وقت ہوتا، تو ایک ایک آدمی آتا اور ہم میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے جاتا، اور رات کا کھانا بھی کھلاتا''۔ (حلیۃ الاولیاء ۳/ ۲۲، دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/ ۱۲۹، تاریخ دمشق: ۱۶/ ۴۵۷)

سحری اور افطاری میں مدعو کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ کبھی آپ کے شاگرد سحری کھایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۲۴)

حضرت ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی سے روایت ہے کہ ''ہم رمضان میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ افطار کیا کرتے تھے اور کھانا بھی کھاتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:8943)

رات کے معمولات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام دنوں میں تہجد کی پابندی کیا کرتے تھے اور رات کا ایک حصہ اللہ کی عبادت میں گزارتے تھے، البتہ رمضان میں تقریباً پوری رات عبادت میں صرف کرتے تھے، تراویح کے بعد نوافل میں مشغول ہوجاتے تھے، اپنے قیام میں طویل تلاوت کیا کرتے تھے۔ رات کا اکثر حصہ تلاوتِ قرآن، نماز، اور ذکرواذکار واستغفار میں گزارتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا: ''ہم رمضان میں قیام اللیل سے واپس ہوتے تو خادموں کو جلدی کھانا لانے کے لئے کہتے تھے، کہیں طلوعِ فجر نہ ہوجائے''۔(موطا امام مالک:۱/۱۱۶، فضائل الاوقات للبیہقی:۱۲۹، ص۲۸۰)

صحابہ کرامؓ کی نمازوں اور تراویح کا یہ حال تھا کہ طویل قیام اور لمبے رکوع وسجود کی وجہ سے جب وہ تھک جاتے تھے تو لاٹھی وغیرہ سے سہارا لینے کی ضرورت پڑتی تھی، چنانچہ امام بیہقیؒ وغیرہ نے سائب بن یزیدؓ سے روایت کیا ہے: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ رمضان کے مہینے میں بیس رکعت نماز پڑھتے تھے، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں طویل قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگا لیتے تھے''۔ (السنن الکبری للبیہقی، ۲/۴۹۶، مختصر قیام اللیل، ۹۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن عراک بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ''میں نے رمضان میں صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ طویل قیام کی وجہ سے اپنے لیے رسیاں باندھتے تھے، تاکہ اس سے سہارا لیں''۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ)

یہ تھے صحابہ کرامؓ کے بعض معمولات رمضان، آج ہم ان کے نام لیوا ہیں تو ہمیں بھی ان کی طرح اپنے معمولات کو منظم کرنے کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین

اصلاحی مضامین

تراویح؛ رمضان المبارک کی اہم ترین عبادت

مفتی صادق حسین قاسمی کریم نگری*

ماہِ رمضان المبارک کی آمد ہوچکی ہے ۔رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف عنوانات کے تحت عبادتوں کا عجیب وغریب نظام رکھا ہے، ایک مسلمان اگر صحیح معنوں میں رمضان المبارک کو گزارے گا اور اس میں رکھی گئی عبادتوں کو انجام دے گا تو اس کے نتیجہ میں اس کو روحانیت کا ارتقاء نصیب ہوگا، دل کی ظلمتیں دور ہوں گی ،اورعبادتوں کا شوق وجذبہ نصیب ہوگا۔رمضان المبارک میں جو دو اہم عبادتیں رکھی گئیں ہیں ان میں سے ایک روزہ اور دوسری تراویح ہے۔تراویح رمضان المبارک کی خاص عبادت ہے جوصرف رمضان ہی میں ادا کی جاتی ہے ۔تراویح گویا رمضان المبارک کی شان ہے، اس کی الگ نورانیت ہوتی ہے ۔مسلمانوں کے گھرانوں میں نورونکہت کا منظر،اور ماحول ومعاشرہ میں چہل پہل تراویح کے ذریعہ آتی ہے۔آیئے ایک نظر تراویح کی اہمیت اورعظمت پرڈالتے ہیں تاکہ رمضان المبارک کی یہ مہتم بالشان عبادت پورے ذوق وشوق کے ساتھ انجام دے سکیں۔

تراویح کا مطلب:

تراویح ترویحة کی جمع ہے،ترویحہ سے مراد وہ نشست ہے جس میں کچھ راحت لی جائے، چوں کہ تراویح کی چار رکعتوں پرسلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر راحت لی جاتی ہے،اس لئے تراویح کی چار رکعت کو ایک ترویحہ کہا جاتا ہے اور چوں کہ تراویح میں پانچ ترویحے ہیں اس لئے ان پانچوں کا مجموعہ تراویح کہلاتا ہے۔

(رمضان المبارک: فضائل ومسائل:51)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ: جو نماز رمضان کی راتوں میں باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کا نام تراویح رکھا گیا ہے، اس لئے کہ جب صحابہ کرامؓ پہلی بار اس نماز پر مجتمع ہوئے تو وہ ہر دو سلام کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔(فتح الباری:4/294 ریاض)

* ڈائرکٹر القلم فاؤنڈیشن کریم نگر

تراویح کی اہمیت:

تراویح کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شهر كتب الله عليكم صيامه و سننت لكم قيامه۔(ابن ماجہ: حدیث نمبر؛1318) یعنی اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے فرض فرمائے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لئے سنت قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه۔(بخاری: حدیث نمبر؛36) یعنی جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

تراویح سنتِ مؤکدہ:

تراویح کا اہتمام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سے برابر ہوتا رہا اور اس وقت سے آج تک امت اس کا بھرپور اہتمام کرتی آرہی ہے اسی وجہ سے نمازِ تراویح کو سنتِ موکدہ کہا گیا ہے۔ جس کام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء راشدین نے ہمیشہ کیا ہو، اور اس پر مواظبت فرمائی ہو اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں، لہذا بیس رکعت تراویح پڑھنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔(رکعاتِ تراویح:15) علامہ وھبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں: صلوٰۃ التراويح اور قیام شهر رمضان عشرون ركعة وهي سنة مؤكدة۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ:2/72) یعنی تراویح یا قیام رمضان بیس رکعات ہیں اور یہ سنت موکدہ ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں: التراويح وهي عشرين ركعة وكيفيتها مشهورة وهي سنة مؤكدة۔(احیاء العلوم:1/202) یعنی تراویح کی نماز بیس رکعتیں ہیں، ان کی کیفیت مشہور ہے اور یہ نماز سنت مؤکدہ ہے۔

بیس رکعت تراویح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تراویح کی جماعت صرف تین دن فرمائی، کیوں کہ امت پر کہیں یہ نماز فرض نہ قرار دی جائے، باقی یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس رکعت تراویح کا اہتمام فرمایا: چناں چہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: ان رسول الله ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر۔(المعجم الکبیر للطبرانی: حدیث نمبر؛11941) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ولما جمع عمر رضی اللہ عنہ على ابي بن كعب رضی اللہ عنہ كان يصلي بهم عشرين ركعة ثم يوتر بثلاث۔(فتاوی ابن تیمیہ:11/520 بحوالہ رکعاتِ تراویح:12) کہ جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کیا تو انہیں بیس رکعت تراویح اور پھر تین رکعت وتر

پڑھاتے تھے۔علامہ ابن عابدین شامیؒ نے لکھا کہ:(وهي عشرون ركعة) هو قول الجمهور، وعليه عمل الناس شرقا و غربا۔(ردالمحتار:2/495) کہ بیس رکعت تراویح یہ جمہور کا قول ہے اور اسی پر مشرق ومغرب میں لوگ عمل پیرا ہیں۔معروف فقیہ وھبۃ الزحیلیؒ نے بھی احادیث کونقل کرنے کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھنے کو اجماع قرار دیا۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ:2/72)سعودی عرب کے نامور عالم دین، مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے سابق قاضی الشیخ عطیہ محمد سالمؒ نے نماز تراویح کی چودہ سوسالہ تاریخ پر عربی زبان میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے آج تک حرمین شریفین میں کبھی بھی بیس رکعت سے کم تراویح نہیں پڑھی گئی۔(تحفۂ رمضان المبارک:22)تفصیل کے لئے کتاب ''التراويح أكثر من ألف عام في المسجد النبوی ﷺ''۔ملاحظہ فرمائیں۔

تراویح کی برکتیں:

تراویح ادا کرنا ایک عظیم سنت کی تکمیل ہے،اور بلاشبہ جو تراویح کا اہتمام نہیں کرتے انہیں رمضان کی حقیقی عظمتوں کا احساس بھی نہیں ہوتا،رمضان کے ادا کرنے کے نتیجہ میں بندہ کو خاص مقامِ مقرب بھی نصیب ہوتا ہے

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ تراویح کے بارے میں فرماتے تھے کہ: یہ تراویح بھی بڑی عجیب چیز ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو روزانہ عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ مقاماتِ قرب عطا فرمائے ہیں،اس لئے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں جن میں چالیس سجدے کئے جاتے ہیں اور ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ ترین مقام ہے کہ اس سے زیادہ اعلیٰ مقام کوئی اور نہیں ہوسکتا،جب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور اپنی پیشانی زمین پر ٹیکتا ہے اور زبان پر سبحان ربی الاعلی کے الفاظ ہوتے ہیں تو یہ قربِ خداوندی کا وہ اعلیٰ مقام ہوتا ہے جو کسی اور صورت میں نصیب نہیں ہوسکتا۔(رمضان کس طرح گزاریں:27)

تراویح میں ہماری کوتاہی:

رمضان المبارک کے آغاز کے ساتھ ہی مسجدیں بھر جاتی ہیں،ابتداء میں ذوق وشوق کے ساتھ دیگر نمازوں کے ساتھ تراویح کا بھی خوب اہتمام ہوتا ہے،لیکن جیسے جیسے رمضان گزرنے لگتا ہے،اسی قدر سستی اور لاپرواہی بھی شروع ہوجاتی ہے۔تراویح میں بالعموم ہمارے پاس جو کوتاہی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کچھ لوگ عشرہ میں قرآن کریم سن لیتے ہیں اور پھر اس کے بعد تراویح چھوڑ دیتے ہیں،کچھ لوگ شروع شروع تراویح میں شریک رہتے ہیں اس کے بعد غائب ہوجاتے ہیں،اسی طرح بعض لوگ مسجد ہی میں بیٹھے باتیں کرتے رہتے

ہیں اور جیسے ہی امام رکوع میں جانے لگے تیزی سے دوڑ کر نماز میں شریک ہوتے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ کسی ایک جگہ تراویح نہیں پڑھتے بلکہ مختلف مساجد کے دورے کرتے رہتے ہیں، اور محلہ درمحلہ گھوم پھر کر کے تراویح کو ضائع کرتے ہیں، عین تراویح کے وقت کچھ لوگ ہوٹلوں وغیرہ میں فضول گپ شپ میں وقت برباد کرتے ہیں اور نمازِ تراویح سے محروم رہتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے بچنا چاہئے اور کسی ایک مسجد میں مکمل چاند رات سے چاند رات تک تراویح کی ادائیگی کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیے، اگر کہیں قرآن مکمل بھی ہوجائے لیکن تروایح ساقط نہیں ہوتی تراویح تو چاند دیکھنے سے شروع ہوتی ہے اور چاند دیکھ کر ختم ہوتی ہے۔ لہذا اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ تراویح کی عظیم الشان عبادت میں ہم غفلت وکوتاہی کرنے والے نہ بنیں۔

آخری بات:

بہر حال تراویح ایک اہم اور عظیم عبادت ہے جس کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے، دن میں وہ روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کو مناتا ہے اور رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے عجز کا اظہار اور اپنی بندگی کا اعتراف کرتا ہے، اپنی دن بھر کی مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر بخوشی اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کو پسند آتا ہے۔ لہذا تراویح کے سلسلہ میں ہر طرح کی کوتاہی سے بچنا چاہیے، اور پورے خشوع وخضوع سے بیس رکعات تراویح کے ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے، غیر ضروری حیلے بہانے ، کاروبار کی مشغولیتوں کے اعذار کو لائے بغیر نماز تراویح پڑھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے، اور پورے بیس رکعات ادا کرنا ضروری ہے ورنہ ہم سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقدری کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے بھاگنے والے شمار کئے جائیں گے، رمضان کا مہینہ تو دیا ہی عبادتوں کے لئے، اس لئے تھوڑی سے قربانی دے کر اور اپنے آپ کو آمادہ کر کے بہرصورت تراویح پڑھنی لازم ہے۔ نیکیوں کی قدر انسان کو مرنے کے بعد ہوگی اور ایک رکعت کی اہمیت کا اندازہ میدانِ محشر میں سمجھ میں آئے گا۔ اس لئے کاہلی، سستی اور عدم دلچسپی سے بچتے ہوئے اور بیس رکعات کا مذاق اڑائے بغیر مسجد میں باجماعت تراویح ادا کرنے کا التزام کرنا چاہیے۔ الحمدللہ امت مسلمہ شروع سے بیس رکعات کا اہتمام کرتی آئی ہے اور حرمین شریفین میں خود اس کا اہتمام ہوتا ہے تو ہمیں غیر ضروری الجھنوں میں پڑے بغیر پوری توجہ سے نمازِ تراویح ادا کرنے کی فکر ضرور کرنی چاہئے۔

گوشۂ رمضان

ماہِ صیام کا استقبال کیسے کریں؟

بہ قلم: مولانا محمد عمر نظام آبادی قاسمی*

یہ بات ماہتاب نیم شب کی طرح عیاں ہے کہ جس چیز کی جتنی اہمیت وعظمت اور قدرو منزلت ہوتی ہے، اس کی قدردانی وقدر شناسی اتنی ہی کرنا دانش مندی اور خردمندی کا تقاضہ ہوتا ہے، اور یہ بدیہی حقیقت ہے کہ رمضان المبارک تمام مہینوں میں سب سے افضل اور برتر مہینہ ہے تو اس سے بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیے، اور اس کی آمد سے قبل ہی خود کو اس کے لئے اس طرح تیار و مستعد کیا جائے کہ رمضان جب آئے تو عجیب اور اجنبی نہ لگے، اور اب چونکہ رمضان کی آمد آمد ہے، ہلالِ ماہِ مبارک کی رؤیت کا مسلسل انتظار ہے، نیکیوں اور سعادتوں کا خوش گوار موسم قریب تر ہے، جس کے فضائل و برکات سے کسی خردمند کو نہ ہی انکار ہے، نہ ہی اس سے انکار ممکن ہے؛ البتہ اس کی صحیح قدردانی، اس کی رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں کی وصول یابی تب ہی ممکن ہے؛ جب کہ وقت سے پہلے خود کو تیار کر کے اور اپنے آپ کو فارغ کر کے رمضان کا صحیح طور پر استقبال کیا جائے، اور اس لیے بھی کہ رمضان المبارک سالانہ روحانی ورکشاپ، طاعت وعبادت کا مہینہ، مغفرت وبخشش کا بہانہ ہے؛ نیز ماہِ مبارک پورے سال کا قلب ہے، اگر یہ درست گذرے تو پھر پورا سال درست، دراصل رمضان نیکیوں کی وہ چیک بُک ہے جس میں اندراجِ رقم کا حق پروردگارِ عالم نے مردِ مؤمن کو دے رکھا ہے؛ لہٰذا بندۂ مؤمن کو چاہیے کہ آمدِ رمضان سے قبل ہی اس کے لئے تیار اور مستعد ہوجائے؛ کیوں کہ انگریزی کا مقولہ ہے: Well plan half done (کام کا اچھا منصوبہ بنالینا گویا کہ آدھے کام کی تکمیل ہے) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رمضان کا استقبال کیسے کیا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چند ایسے امور واعمال ہیں جن کی ادائیگی اور رعایت کرنے سے ان شاء اللہ رمضان کی بابرکت ساعتوں، اور رحمت بھری گھڑیوں سے بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول یہ تھا کہ رمضان کی آمد سے قبل ہی اس کی تیاری شروع کردیتے تھے؛ جیسے روزوں کا مسلسل اہتمام، عبادات میں اضافہ، نوافل کی کثرت، گوشۂ تنہائی اور خلوت نشینی کا التزام، تلاوتِ قرآن مجید کی مواظبت و پابندی وغیرہ۔۔۔

* فاضل دارالعلوم دیوبند

سطورِ ذیل میں وہ چند اعمال درج کیے جاتے ہیں کہ جن کی رعایت سے ان شاء اللہ رمضان کی قدردانی آسان ہوسکتی ہے:

(۱) شعبان المعظم ہی سے روزوں کا اہتمام کرنا:

شعبان المعظم ہی سے روزوں کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ یہ عمل صیامِ رمضان میں معاون و مددگار ثابت ہو، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کی تیاری میں شعبان ہی سے روزوں کا اہتمام فرماتے تھے؛ جیسا کہ امی جان حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں: کہ ”میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (پورے اہتمام کے ساتھ) رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ نفلی روزے رکھتے ہوں“۔ (صحیح بخاری:۱/ ۲۶۴)

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعبان اور رمضان کے سوا لگاتار دو مہینے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا“ (ترمذی:۱/ ۱۵۵) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے پورے مہینے کے ساتھ ساتھ شعبان کے بھی تقریباً پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے اور بہت کم دن ناغہ فرماتے تھے۔

حاصل یہ کہ رمضان کی تیاری میں سب سے پہلا عمل ”شعبان ہی سے روزوں کا اہتمام“ ہے؛ البتہ ۱۵/ شعبان کے بعد روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے سلسلہ میں دونوں قسم کی روایات موجود ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ہر پیر و جمعرات کو یا ہر ماہ کے آخری تین دن روزہ رکھنے کا عادی ہو، یا شعبان کے نصفِ اول میں بھی وہ روزہ رکھتا ہو، اور اس کو روزہ رکھنے سے کمزوری اور نقاہت نہیں ہوتی تو اس کے لیے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا بلاکراہت جائز ہے اور اگر کسی شخص میں مذکورہ ممانعت کی وجوہات میں کوئی وجہ پائی جائے تو اس کے حق میں روزہ رکھنا مکروہ ہوگا۔

(۲) فضائل رمضان کی تعلیم:

یہ بات بالکل عیاں و بیاں ہے کہ جب تک کسی چیز کی اہمیت وفضیلت کا علم نہ ہوگا؛ تب تک اس کی قدردانی وقدرشناسی ناممکن اور بعید از عقل ہے؛ لہٰذا رمضان المبارک کے فضائل و برکات سے متعلق کتاب و سنت میں جو روایات وارد ہوئی ہیں، گھروں میں اجتماعی یا انفرادی طور پر اس کی تعلیم کی جائے؛ نیز رمضان المبارک میں اکابر و بزرگانِ دین کے معمولات اور طرزِ عمل کا مطالعہ کیا جائے، اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جائے، ان شاء اللہ بہت کارآمد اور سودمند رہے گا۔

(۳) اپنے آپ کو فارغ کر کے رمضان کے لئے تیار کریں:

انسان کا مزاج ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اس کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان کر دیتا ہے، ساری مشغولیتوں سے فارغ ہوجاتا ہے، تمام ذمہ داریوں کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے، اگر ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے دنیاوی مشاغل سے بالکل فارغ البال اور یکسو ہوجائیں؛ تاکہ عبادات میں یکسوئی رہے، توجہ کسی اور طرف مرکوز نہ ہونے پائے؛ اس لئے کہ رمضان کے علاوہ مکمل سال کمائی اور کسبِ معاش کا ہے، صرف ایک ماہ محض عبادت وبندگی کے لیے خاص رکھیں؛ نیز شاپنگ وعید کی خریداری رمضان کی آمد سے قبل ہی کرلیں؛ کیوں کہ رمضان کے مبارک لمحات اور بالخصوص، آخری طاق راتیں اور شب قدر کی مبارک رات یوں ہی بازاروں میں ضائع کرنا انتہائی محرومی کی بات ہے، اس کا خیال کیا جائے تو ان شاء اللہ فائدہ مند رہے گا۔

(۴) رمضان تک پہونچنے کی دعا کا کثرت سے اہتمام کریں:

ماہِ مبارک کی تیاری اور استقبال کے لئے ایک عمل یہ بھی ہے کہ رمضان کو بہ عافیت پانے کی دعائیں کی جائیں؛ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوجاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دعا کا خاص اہتمام فرماتے: "اللّٰھم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان" ترجمہ: اے اللہ! ہمیں رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور (اپنے فضل وکرم سے) رمضان تک پہنچا۔ (مجمع الزوائد) لہٰذا کثرت سے اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۵) رمضان المبارک کی ایک اہم عبادت "تراویح" بھی ہے:

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزے (مسلمانوں پر) فرض فرمائے، اور اس کی رات کے قیام (تراویح) کو باعثِ ثواب کر دیا۔

جب تراویح کا پڑھنا اور اس میں قرآن مجید کا سننا سنتِ مؤکدہ ہے، تو لوگوں پر ضروری ہے کہ وہ تراویح کے لئے ایسے حافظ وقاری کا انتخاب کریں جو قرآن مجید کو باتجوید، عمدہ لحن میں سنت کے مطابق اطمینان سے ترتیل کے ساتھ پڑھنے والا ہو؛ تاکہ تراویح کی سنت نماز کی ادائیگی علی وجہ الکمال ہوسکے،

اور ان مساجد میں ہرگز نہ جائیں جہاں ایسی عجلت اور تیزی سے قرآن پڑھا جاتا ہو، کہ کچھ سمجھ میں نہ آتا ہو تو وہاں پڑھنا اجر وثواب کے بجائے تباہی وبربادی کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے اس سلسلہ میں احتیاط کریں،

اور مقدور بھر کوشش کریں۔

(۶) رمضان کی آمد سے قبل اہل تعلق اور ماتحتوں کو توجہ دہانی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کی آمد سے قبل صحابہؓ کے سامنے جو ترغیبی اور استقبالی خطبہ دیا تھا اس کو پڑھا کریں اور اس میں بیان کردہ باتوں کو بہ غور مطالعہ کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی سعی کریں؛ سو مختصراً خطبہ ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں ایک (خصوصی) خطبہ ارشاد فرمایا: کہ "اے لوگو! ایک عظیم مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے (یہ) مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں روزے رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں میں (نماز تراویح کی صورت میں) قیام کو نفلی عبادت قرار دیا ہے، جو (خوش نصیب) اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی نفلی عبادت انجام دے گا، تو اسے دوسرے مہینوں کے (اسی نوع کے) فرض کے برابر ثواب ملے گا اور جو کوئی اس مہینے میں فرض عبادت ادا کرے گا، تو اسے دوسرے مہینوں میں (اسی نوع کے) ستر فرض کے برابر اجر ملے گا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، یہ دوسروں سے ہمدردی اور ان کے دکھ درد کے ازالے کا مہینہ ہے، یہ ایسا مبارک مہینہ ہے کہ اس میں مؤمن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے، جو شخص اس مہینہ میں کسی کو روزہ افطار کرائے گا تو یہ اس کے لئے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنے گا اور اس کے سبب اس کی گردن نارِ جہنم سے آزاد ہوگی اور روزے دار کے اجر میں کسی کمی کے بغیر اسے اس کے برابر اجر ملے گا"۔

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر کوئی اتنی توفیق نہیں رکھتا کہ روزے دار کا روزہ افطار کرائے (تو کیا ایسے لوگ افطار کے اجر سے محروم رہیں گے؟) محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اجر اسے بھی ملے گا، جو دودھ کے ایک گھونٹ سے یا ایک کھجور سے یا پانی پلا کر ہی کسی روزے دار کا روزہ افطار کرائے، اور جو شخص کسی روزے دار کو پیٹ بھر کر کھلائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) میرے حوض (کوثر) سے ایسا جام پلائے گا کہ (پھر) وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہیں ہوگا۔

(صحیح ابن خزیمۃ: ۲/۹۱۱)

(۷) گناہوں سے بچنے کا اہتمام:

رمضان کا خاص عمل "روزہ" ہے؛ جس کا مقصد قرآن عظیم الشان یوں بیان کرتا ہے: "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" (البقرۃ: ۱۸۳) "تا کہ تم متقی بن جاؤ" یعنی اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہوئے زندگی گذارا کرو؛ لہٰذا رمضان میں تو بالخصوص اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ہم سے کہیں کوئی گناہ سرزد نہ ہو جائے، نہ تو موبائل فون کا ناروا

استعمال کرکے وقت کا ضیاع کریں اور نہ ہی گپ شپ کی محفلوں میں وقت گذاری کریں، نہ دن بھر لغویات میں مصروف ہوکر روزہ کا نقصان کریں اور نہ ہی رات میں بے کار شب بیداری کرکے قیمتی لمحات کی ناقدری کرکے وقت خراب کریں؛ بلکہ بندگی کا تقاضہ اور مؤمن کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ وہ حتی المقدور کوشش کریں کہ ذکر اور عبادت کی ادائیگی وانجام دہی میں وقت صرف ہو؛ اس لئے کہ اگر رمضان میں بھی گناہوں سے نہ بچا جائے اور گناہوں سے معافی نہ مانگی جائے تو پھر رمضان وغیر رمضان یکساں ہوجائیں گے؛ حالاں کہ رمضان کا مقصد مغفرت وبخشش کا ہونا ہے؛ جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بددعا سے مفہوم ہوتا ہے اور شعر بھی ہے ؎

بخشنے پہ آتا ہے جب امت کے گناہوں کو
تحفے میں گناہ گاروں کو رمضان دیتا ہے

(۸) اور استقبالِ رمضان سے متعلق آخری کام یہ کہ ۲۹/ شعبان المعظم کو چاند دیکھنے کا اہتمام کریں؛ کیوں کہ اماں جان حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے تھے، اور چوں کہ ۲۹/ شعبان کو غروبِ آفتاب کے بعد چاند دیکھنا (تلاش کرنا) فرض کفایہ ہے؛ تاکہ حقیقت واضح ہوجائے کہ آئندہ دن روزہ رکھنا ہے یا افطار کرنا ہے۔

خلاصۂ تحریر:

ماہ رمضان جو بہت زیادہ فضیلت اور عظمت کا حامل مہینہ ہے، اس کی قدردانی وقدرشناسی ہی حقیقی سودمندی اور دانش مندی کا تقاضہ ہے؛ اور اگر خدانخواستہ ماہِ مبارک کی ناقدری ہوگی تو اللہ پاک اس ماہ سے محروم کرنے پر بھی قادر ہے، کیا خبر کہ آنے والا ماہِ رمضان کس کس کی زندگی کا آخری رمضان ہو؛ اس لئے آؤ کہ ان لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے خیر وخوبی کے ساتھ رمضان المبارک کا استقبال کریں، نہ جانے زندگی میں پھر یہ پرکیف ساعتیں نصیب ہوں کہ نہ ہوں۔

بارگاہِ ایزدی میں دعا ہے کہ امت مسلمہ کے لئے یہ ہلالِ رمضان خیر وعافیت کا پیام لائے۔ آمین

اصلاحی مضامین

ملک کی موجودہ صورتحال اور قرآن کا پیغام

از: مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگری*

احوال عالم کی تجزیہ کاری اور بالخصوص وطن عزیز ہندوستان میں مسلمانوں کی صورتحال کو دیکھ کر قوم مسلم کا ایک بڑا طبقہ بلکہ بیشتر ارباب دانش بھی نالاں و پریشان ہیں اور سبھی کے دل میں یہ خیال پنپ رہا ہے کہ جو قوم حقانیت کی پاسدار ہے خلافت ارضی کی دعویدار رہے، آج اسی کے اطراف کی دنیا تنگ کی جارہی ہے اور ہر طرح سے ان کو اپنے نرغے میں لے کر صفحہ ہستی سے ان کے وجود کو مٹانے کے منصوبے رچے جارہے ہیں خواہ وہ شام و فلسطین کے دلسوز حالات اور روح فرسا واقعات ہوں یا ہندوستان میں مسلمانوں کی پریشان کن صورتحال؛ گویا بساطِ عالم اپنی کشادگیوں اور پہنائیوں کے باوجود مسلمانوں کے لیے ضاقت علیھم الارض بما رحبت کا منظر نامہ بنی ہوئی ہے اور ہر چہار سو اسلام مخالف ہوائیں شمع اسلام کو بجھانے کے درپہ ہیں، مصائب کا اندھیرا روز افزوں ہیں، آفتوں اور آزمائشوں کی بوچھاڑ ہورہی ہے حتی کہ امت مسلمہ کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کرنے، ان کی سماجی آزادی کو سلب کرنے؛ ان کے نجی معاملات میں دخل اندازی؛ ان کے شعائر کے ساتھ تعرض؛ ان کی مذہبیات پر امتناع، ان کی تجارت کو ٹھپ کرنے، ان کے مالیات کو ضبط کرنے، ان کے اراضی پر قبضے، ان کے نوجوانوں کی لنچنگ، ان کی دوشیزاؤں کا اغوا، اور نونہالوں کی برین واشنگ گویا ہر زاویے سے اسلام اور اہلِ اسلام کو ٹارگیٹ کیا جارہا ہے۔

اس پر مستزاد رائٹ ونگ اور متشدد و متعصب ہندو مذہبی راہ نماؤں اور قائدین کے نفرت آمیز بیانات، ملک سے اسلام و مسلمانوں کو ختم کرنے کی دھمکیاں، ہندو راشٹر کے منصوبے، سول کوڈ کی تنفیذ، اسلامک لا پر پابندی مزید پریشانی کا سبب بن رہے ہیں، پھر مساجد کا انہدام، مسلم مقابر پر قبضے، مدارس کے بابت جبری قوانین اور ہزار سالہ مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوششیں، اسلامی تاریخ سے وابستہ مقامات اور شہروں کے ناموں کی تبدیلی، بہانے بہانے سے مسلمانوں کے مکانات اور دکانات پر بلڈوزر چلانا گویا مظالم کا ایک سیل رواں ہے جو تھمنے کو نہیں ہے۔

---

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

بلکہ مخالفین کی سرگرمیاں، ان کو ملنے والی فتح مندیاں، سماج کی بدلتی ذہنیت، عدالتوں کی بے اعتدالی، ووٹنگ کا گرتا تناسب اور خالص ہندوازم کو فروغ دینے والی پارٹی بھاجپا کی ہر ریاست میں یک طرفہ کامیابی سے یہ قیاس واندازہ کیا جارہا ہے کہ مستقبل قریب میں ملک کے ہندوراشٹر ہونے کا اعلان کردیا جائے گا، اب اس مسئلے کو لے کر ملی شعور رکھنے والا ایک بڑا طبقہ بلکہ کئی سارے علماء جنہوں نے صحیح طریقے سے تاریخ کی نبض کو نہیں پرکھا اور نظام خداوندی کی نزاکتوں کو نہیں سمجھا، جو اسلامی تاریخ کے خدوخال کا کامل ادراک نہیں رکھتے اور نصوص پر جن لوگوں کی گہری نظر نہیں ہے، فکرمند ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کا کیا ہوگا؟ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ موجودہ حالات ملک میں مسلمانوں کے زوال کا پیش خیمہ ہیں اور اہلِ اسلام کے لیے گویا نزع کا وقت شروع ہوچکا ہے۔

حالات فکر انگیز ضرور ہیں اور اسباب کے درجے میں ہم مسلمانوں کو ناگزیر کاروائی بہرحال انجام دینی چاہیے لیکن ایک سچے پکے مسلمان کا دل اس توکل سے معمور ہونا چاہیے کہ یہ آفتیں اور افتاد مسلمانوں کے لیے موروثی ہیں، ماضی میں امت مسلمہ بلکہ امم سابقہ ان جیسے اور اس سے بھی بدترین حالات سے دوچار ہونے کے بعد پچھلی حیثیت سے زیادہ مضبوطی وقوت کے ساتھ ابھر آئے ہیں؛ آج سے تقریبا 1400 سال قبل غزوۂ احد کے موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کی بے بسی اور خوف کے پس منظر میں کچھ آیتیں نازل فرمائی، تھوڑا اس منظر کا جائزہ لیں کہ کامل الیقین صحابہ کی جماعت انتہائی خوف وہراس کے عالم میں مبتلا تھی، غور کریں کہ صحابہؓ دونوں طرف سے دشمن کے گھیرے میں ہیں، کبار صحابہ شہید ہوچکے ہیں، عزیزوں کی لاشیں مثلہ بنی ہوئی نگاہوں کے سامنے ہیں، خود مجاہدین زخموں سے چور ہوچکے ہیں حتی کہ ظالموں نے نبی علیہ السلام کو بھی زخمی کردیا بلکہ یہاں تک افواہ اڑائی گئی کہ اب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہیں رہے، اس جاں کاہ خبر نے مزید ان کو نڈھال کردیا تھا گویا وہ اس غزوے کو کفر واسلام کے مابین آخری معرکہ اور اسلام کے اقبال کی انتہا اور زوال کی ابتدا سمجھنے لگ گئے تھے۔

ان کے دلوں کو مضبوط کرنے ان کے پائے استقامت کو ثبات عطا کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تسلی بھری کچھ آیتیں اتاریں، چنانچہ فرمایا: "اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ-وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ(140)وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ(141)اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ یَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ(142) (آل عمران)

ترجمہ: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمادے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا؛ اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹادے؛ کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (ہی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے۔

آج ملک کے موجودہ حالات میں جب کہ ہم مسلمان ہند سفینہ اسلام کو ڈوبتا ہوا، شمع محمدی کو بجھتا ہوا، احکام اسلام کو مٹتے ہوئے اور اہل اسلام کو کٹتے ہوئے دیکھ کر پریشانی کے جس عالم میں مبتلا ہیں، ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ یہی آیات تسلی وتسکین کا سامان ہیں؛ ان آیات میں پنہاں حکمتوں کو سمجھ کر ہم اپنے اعتقاد کو مضبوط اور اعتماد کو بحال کریں۔ یہ آیات اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہیں مگر اس میں جو باتیں مذکور ہیں وہ ہر زمانے کے مصیبت زدہ مسلمانوں کے لیے ذریعہ راحت وطمانینت ہیں۔

اللہ پاک فرمارہے ہیں کہ اے مسلمانو! سختیوں سے نہ گھبراؤ، دشمن کے سامنے کمزور نہ پڑو، جب تک تم حق پر کاربند رہو گے فتح مندی اور سربلندی بالآخر تمہیں ہی نصیب ہوگی؛ دوسری بات مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی کہ تم جن حالات سے گزر رہے ہو اور جن مصائب کو جھیلا ہے تو یہ تمہارے دشمن بھی جھیل چکے ہیں، آج احد میں تمہارے 70 شہید ہوئے تو کل بدر میں ان کے 70 شہید ہوئے تھے، بالکل اسی طرح آج ہم ہندوستانی مسلمان اگر محکومیت ومظلومیت کا سامنا کررہے ہیں تو پچھلے کئی صدیوں میں تو اقتدار ہمارے ہی زیر اثر تھا اور دور غلامی کو کافروں نے بھی دیکھا ہے اور یہ حالات کوئی ابدی نہیں بلکہ وقتی وعارضی ہیں، اللہ تعالیٰ نے کچھ اسی طرح نظام عالم کو مدون کیا ہے کہ جب حق وباطل کے درمیان مڈبھیڑ ہو تو کبھی حق کو غلبہ نصیب ہوتا ہے تو کبھی اہلِ باطل غالب آجاتے ہیں، کیوں کہ اگر ہر زمانے میں اہل حق ہی فتح یاب ہوتے رہیں گے تو بات کھل کر واضح ہو جائے گی کہ دین برحق تو یہی ہے، پھر ایمان بالغیب کہاں رہا؟ امتحان کہاں رہا؟ یہ فتح وشکست محض ایک امتحان ہے تاکہ حق پر پردہ پڑا رہے؛ تیسری حکمت اس آیت میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں پر حالات اس لیے بھی آتے ہیں تاکہ اللہ مومنین ومنافقین کے درمیان فرق واضح کردے، جو دین حق کے حقیقی پاسبان ہیں وہ ہر حالت میں اپنے عقیدے ومسلک پر کاربند رہ کر مذہب کا دفاع کرتے رہیں گے اور جو لوگ راسخ الایمان نہیں ہیں یا خاندانی طور پر مسلمان چلے آرہے ہی، ایمان کی محبت ان کے قلوب میں پیوست نہیں ہوئی تو ایسے مواقع پر ان کی اصلیت حقیقت بن کر سامنے آجاتی ہے، چنانچہ آج کچھ لوگ اغیار کی خوشنودی یا اتحاد قومیت کے نام پر وہ

سارے کام کرگزر رہے ہیں جن کے ارتکاب کے بعد ملت اسلامیہ سے ان کا کوئی رابطہ باقی نہیں رہ سکتا؛ چوتھی حکمت یہ ہے کہ جو مسلمان صبر کے دامن سے لبریز ہوکر نا موافق حالات کے آگے آہنی دیوار بن جاتے ہیں اور احتساب کی نیت سے بلاؤں ومصیبتوں کو برداشت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے صبر واستقامت کو ان کے گناہوں کی بخشش کا وسیلہ بنا کر مقام بلند سے انہیں نوازتے ہیں؛ نیز اہل کفر جو اپنی کامیابی اور وقتی شوکت پر اترا رہے ہیں تدریجاً اللہ تعالیٰ ان کے سارے زور کو ملیا میٹ کر دیتے ہیں؛ آخری اور اہم حکمت امت کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیش قیمت بہشت اور عدیم المثال نعمتوں سے اپنی جنت کو اہل ایمان کے لیے آراستہ کیا ہے وہ یوں ہی بدون مجاہدہ و ابتلاء کے ملنے والی نہیں ہے بلکہ اس تک رسائی اور نعماءِ جنت سے استفادے کے لیے کدّ ومحن کی چکی میں پسنا ہوگا، سخت سے سخت ترین آزمائش کے وقت ثبات قدمی اور ہر طرح کے مخالف حالات میں استقامت واستقلال کا مظاہرہ کرنا ہوگا، تب ہی تم مسلمانوں کو حقیقی کامرانی کا پروانہ ملے گا اور تم جنت کی بے بدل نعمتوں سے بہرور ہوسکو گے۔

خلاصہ یہ کہ مومن پر آنے والی ساری پریشانیاں اور مصیبتیں اس کے لیے خیر وبھلائی ہی کا ذریعہ ہے جیسا کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔اگر اسے آسودہ حالی ملتی ہے اور اس پر وہ شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا اس کے لیے باعث خیر ہے اور اگر اسے کوئی تنگی لاحق ہوتی ہے اور اس پر صبر کرتا ہے تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لیے باعث خیر ہے"۔(مسلم شریف)

بس خدائی حکمتوں کا فہم، اس کی نصرتوں کا یقین اور حالات پر صبر کرتے ہوئے بندۂ مومن اپنے اعمال کی اصلاح کی کرتا رہے اور اسباب کے درجے میں جو میسر ہو کوشش کرتا رہے، ساتھ ہی مسبب الاسباب پر کامل بھروسہ رکھے تو انشاء اللہ تمام شکوے ختم ہوجائیں گے پھر چاہے ملک کے حالات جتنے بھی بگڑیں ایمانی کیفیت کمزور ہونے کے بجائے بڑھتی ہی جائے گی جیسا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑھتی تھی۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

اصلاحی مضامین

کیا موسیقی سننا جائز ہے؟

از: مولانا محمد ابرار الحق اشرفی

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب ہے، اُس نے یہ دین کتابُ اللہ اور رسولُ اللہ کے ذریعہ اپنے بندوں تک پہونچایا ہے، اس کا ایک ایک حکم اور ایک ایک ہدایت بندوں کی فلاح وکامرانی کا ضامن ہے جو بندہ اُن احکامات کو بہ سروچشم قبول کرتا ہے اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہے، نفس وجان کو اس کی بندگی کے لئے تیار کرلیتا ہے تو وہ ضرور دنیا وآخرت میں سرخ رُو ہوتا ہے، اور اس کے برخلاف جب کوئی شخص دینی احکام کو اپنی خواہشات نفسانی کے سانچے میں ڈھالنے لگتا ہے تو پھر اپنی خواہشات کی خاطر کتاب وسنت جیسی عظیم ورفیع سرمایہ کو اس کی دست درازیوں سے محفوظ نہیں رہنے دیتا اور دینی احکام کی اپنی چاہت کے مطابق تاویلات کرنے کی یہودیانہ جرأتیں کر بیٹھتا ہے، یہاں بہ طور مثال ایک حکم حرمتِ موسیقی کا حال ذکر کیا جاتا ہے، احکامِ اسلام کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ اسلام میں موسیقی حرام اور سخت ترین گناہ ہے اور اس میں مبتلا شخص کے لیے احادیث میں سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

چنانچہ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ (صحیح بخاری) اور ابن ماجہ کی روایت ہے کہ عنقریب میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اُسے پییں گے ان کے سروں پر ناچ گانے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو خنزیر اور بندر بنا دے گا۔

کیا ان روایات کو پڑھ کر کوئی بھی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام میں موسیقی حلال ہے؟ لیکن موسیقی کی حرمت کو ثابت کرنے والی یہ روایات بندگان نفس کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں، انہوں نے ان روایات میں ایسی تاویلات کیں کہ جو تحریف معنوی کا بدترین نمونہ پیش کر رہی ہیں چنانچہ گانے باجے اور موسیقی کو حلال کہنے والے

بعض لوگوں نے مذکورہ بالا روایات میں تاویل کرتے ہوئے یوں کہا ہے کہ گانے اور باجے اس وقت حرام ہیں جب کہ اُن کے ساتھ زنا، ریشم اور شراب کو بھی شامل کرلیا جائے کیوں کہ حدیث میں واردشدہ وعید حدیث میں ذکرکردہ تمام چیزوں کے وقت واحد میں ارتکاب پر محمول ہے۔ لہذا اگر صرف گانا اور باجا ہو اور ساتھ میں زنا شراب وغیرہ نہ ہو تو گانا بجا لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور اس طرح گندگی کے ڈھیر میں سے گانے باجے اور موسیقی کو بآسانی الگ کرلیا، اگر اس طرح کی تاویلات کو قبول کرلیا جائے تو دین کی شکل وصورت ہی بدل کر رہ جائے گی کیوں کہ یہی بات زنا، شراب، ریشم اور دیگر محرمات کے بارے میں بھی تو کہی جاسکتی ہے۔

اِن ہَوا پرستوں کی تاویل کی بے ہودگی کو ایک سادہ سی مثال کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ اسلام میں کتا، بلی اور سور حرام ہے تو کیا یہ سمجھا جائے گا کہ کتا ویسے تو حلال ہے لیکن بلی اور سور کے ساتھ کھایا جائے تو حرام ہے، کیوں کہ تینوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے، ظاہر ہے کہ کوئی بھی شخص اس کا یہ مطلب نہیں سمجھے گا جب ایک عام آدمی کے کلام کا غلط مطلب نہیں نکالا جاسکتا تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلط مفہوم کیوں کر نکالا جاسکتا ہے؟

البتہ بعض روایات میں دف بجانے اور چھوٹی لڑکیوں کے بہ ترنم اشعار گنگنانے کا ذکر ملتا ہے تو اس کے بارے میں حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ

''اصل میں قانون یہ ہے کہ لہو ولعب سے پرہیز کیا جائے لیکن چوں کہ بعض روایات سے بہ ظاہر دف بجانے اور اشعار گنگنانے کا ثبوت معلوم ہوتا ہے اس لئے روایات سے جس وقت جس کیفیت اور جس مقدار قلیل کا جواز معلوم ہوتا ہے اس وقت اسی کیفیت، اسی مقدار قلیل پر عمل کی گنجائش ہوگی۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ راقم الحروف اور قارئین کو دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

منہ میں گردوغبار کا چلے جانا

سوال: اگر روزہ کی حالت میں گردوغبار منہ میں چلا جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب: گردوغبار کے منہ میں چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (کتاب المسائل، ۲/۱۶۰)

اگربتی کا دھواں منہ میں داخل کرنا

سوال: اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں اگربتی کا دھواں منہ میں داخل کرے تو کیا اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا؟

جواب: اگربتی کا دھواں منہ یا ناک میں داخل کرنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ (کتاب المسائل، ۲/۱۶۲)

کفارۂ صوم کا وجوب

سوال: کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: روزہ یاد ہونے کی حالت میں اگر کوئی مکلف شخص رمضان میں جان بوجھ کر بلا کسی اشتباہ کے کوئی دل پسند غذا یا نفع بخش دوا کھا پی کر یا جماع کر کے روزہ کو فاسد کردے، تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ (کتاب المسائل، ۲/۱۶۹)

لاعلمی میں غیر مستحق نامعلوم سفراء کو زکوۃ کی رقم دینا

سوال: اگر کوئی شخص، لاعلمی میں غیر مستحق، نامعلوم سفراء کو زکوۃ کی رقم دیدے تو کیا زکوۃ ادا ہوجائے گی؟

جواب: اگر زکوۃ دہندگان لاعلمی سے ایسے شخص کو زکوۃ دیدی تو ان کی زکوۃ ادا ہوگئی، اور دھوکہ دے کر وصول کرنے والا شخص جب تک اس رقم کو مصرف تک نہ پہنچا دے، اس وقت تک یہ مستحق مؤاخذہ ہوگا، اس شخص پر اس رقم کو مصرف تک پہنچانا لازم ہے، اگر زکوۃ دہندگان نے معلوم ہونے کے باوجود ایسے شخص زکوۃ کی رقم

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

دیدی تو پھر ایسی صورت میں یہ لوگ اپنے فریضہ سے بری نہیں ہوں گے بلکہ زکوۃ بدستور ذمہ میں باقی رہے گی۔
(فتاویٰ قاسمیہ،۱۱/۵۰)

ہندوؤں کی افطاری سے افطار کرنا

سوال: رمضان میں اکثر غیر مسلم مساجد میں افطاری بھیجتے ہیں تو کیا اس سے افطاری کرنا درست ہے؟

جواب: ہندوؤں کی افطاری سے افطار کرنا درست ہے۔(فتاویٰ قاسمیہ،۱۱/۴۷۵)

مرضعہ اور حاملہ روزہ نہ رکھ سکے

سوال: اگر مرضعہ (دودھ پلانے والی) اور حاملہ عورت کو روزہ رکھنے سے ضرر لاحق ہوتا ہو تو کیا فدیہ دینے سے اس عورت کے اوپر سے روزہ ساقط ہو جائے گا یا روزہ کی قضا کرنا ضروری ہوگا؟

جواب: اگر حاملہ اور مرضعہ کو روزہ رکھنے سے ضرر لاحق ہونے کا ڈر ہو تو وہ بعد میں ان روزوں کی قضا کرے گی، فدیہ دینے سے قضاء ساقط نہیں ہوگی۔(فتاویٰ قاسمیہ،۱۱/۵۴۴)

آنسو یا پسینے کے قطروں کا منہ میں چلا جانا

سوال: اگر آنسو یا پسینے کے قطرے منہ میں چلے جائے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب: اگر روزہ دار رو رہا ہو اور روتے ہوئے کثیر مقدار میں آنسو اس کی آنکھ سے بہتے رہے، اور منہ میں داخل ہوتے گئے، یہاں تک کہ سارا منہ کھارا ہو گیا، یا اس نے بہت سے آنسوؤں کو نگل لیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، یہی حکم چہرے کے پسینے کا بھی ہے کہ جب وہ روزہ دار کے منہ میں داخل ہو جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔
(محقق ومدلل جدید مسائل،۱/۲۰۷)

شوہر شیخ اور بیوی سیدہ ہو تو اُسے زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر دینے کا حکم

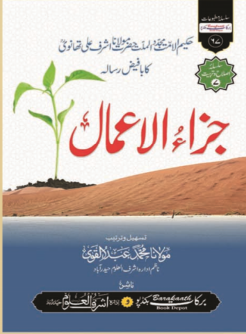
سوال: اگر شوہر شیخ ہو اور اس کی بیوی سیدہ ہو، تو کیا اس شیخ کو زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں؟

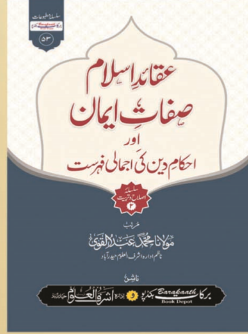
جواب: ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، جو خود سید نہ ہو لیکن اس کی بیوی سیدہ ہو، اسی طرح بیوی سیدہ نہ ہو اور شوہر سید ہو، اور مستحق ہو تو بیوی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بلکہ فی زمانہ ایسا کرنا بہتر ہے، تاکہ ضرورت مند سادات کی اعانت و مدد ہو سکے۔ سادات کے لئے زکوٰۃ کی حرمت اس وقت ہے جب کہ ان کو براہ راست زکوٰۃ دی جائے اگر بالواسطہ ان تک زکوٰۃ کی رقم پہونچے تو اس کی ممانعت نہیں۔(کتاب الفتاویٰ،۳/۲۹۵)

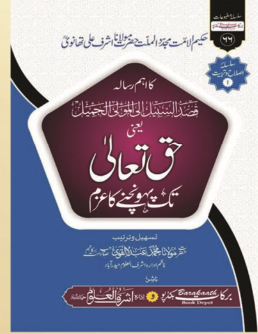
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-

RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25

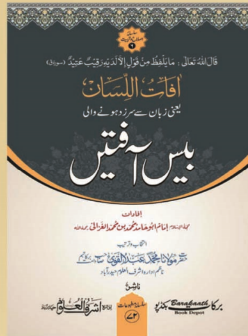
Date of Publication 3rd Mar-24, date of Posting 5th Mar-24

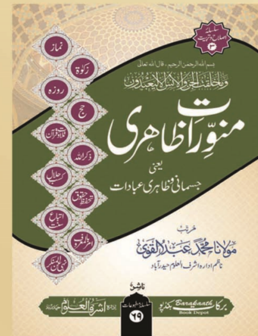


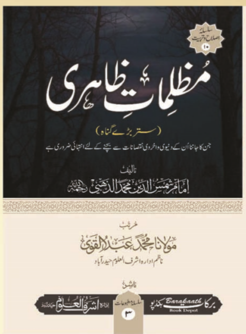


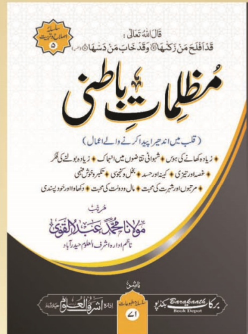


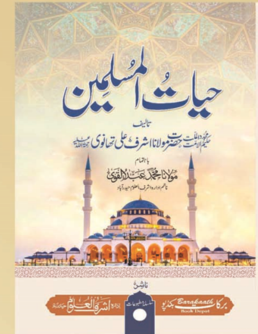












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59